زکاۃ......گھاٹے سے محفوظ تجارت

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۙ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَہُمۡ اُجُوۡرَہُمۡ وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ﴾ [الفاطر: ۲۹، ۳۰]

”جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے، نماز کی پابندی کرتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کھلے چھپے خرچ کرتے ہیں جو اس تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ ہی دے گا۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور بڑا ہی قدردان ہے۔“

۱۹۔حسب ونسب کو بدلنا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من ادعى إلى غير ابيه وهو يعلم فالجنة عليه حرام .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٤٣٢٦، ٤٣٢٧)

''جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور باپ کی طرف نسبت کرتا ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فمن رغب عن ابيه فهو كفر .)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٧٦٨)

''جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو اس نے گویا کہ کفر کا ارتکاب ہے۔''

۲۰۔مسلمان بھائی کو خوف دلانا:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يحل لمسلم ان يروع مسلما .)) (سنن ابی داود، رقم الحديث: ٥٠٠٤)

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو خوف دلائے۔''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من أشار إلى أخيه بحديدة فإن الملائكة تلعنه حتى يدعها .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٦١٦)

''جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو کسی ہتھیار (وغیرہ) کے ساتھ اشارہ کرتا ہے تو بے شک فرشتے اس لعنت بھیجتے ہیں جب تک وہ نہ چھوڑے۔''

۲۱۔عورت خوشبو لگا کر باہر نکلنا:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كل عين زانية والمرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا وكذا يعني زانية .)) (سنن ترمذي، رقم الحديث: ٢٧٨٧)

''ہر آنکھ زنا کرتی ہے اور جب عورت خوشبو لگا کر کسی مجلس کے پاس سے گزرتی ہے پس وہ اس طرح ہے۔ (یعنی زانیہ شمار ہوگی۔)''



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

22 ربیع الثانی 1433ھ جمعة المبارک 16 تا 22 مارچ 2012ء

شمارہ 11 جلد 64

جواہر پارے	زکاۃ......گھاٹے سے محفوظ تجارت		
کلمہ طیبہ	کام چھوٹا گناہ بڑا		
اداریہ	ننگے	(ملک عصمت اللہ)	2
درس قرآن	تفسیر سورۂ یٰسٓ......(۱۴)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	4
درس حدیث	توفیق الباری	(حافظ محمد اشرف سعید)	6
تحقیق وتدقیق	مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ......(۸)	(حافظ صلاح الدین یوسف)	8
سیرت وسوانح	مولانا سلطان محمود محدث افغانی رحمہ اللہ......(۴)	(حافظ ریاض احمد عاقب اثری)	21
احوال وآثار	ہفت روزہ الاعتصام، صحافت کی تاریخ	(محمد سلیم چنیوٹی)	27
شعر وادب	وطنیت	(علامہ محمد اقبال)	

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال 60/- ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

ادار یہ

ننگے

ملک عصمت اللہ

بارہ سال بعد فوج اور آئی ایس آئی کی طرف سے سیاست دانوں میں خطیر رقم تقسیم کرنے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر کی گئی ائیر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان کی رٹ کی سماعت کا باقاعدہ دوبارہ آغاز ہو چکا ہے۔اصغر خان صاحب کے وکیل سلمان اکبر راجہ اور مہران بنک کے سابق صدر یونس حبیب کی زبانی ہوش ربا انکشافات سامنے آئے ہیں۔اب تک جو تفصیلات پریس میں آئی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

① سابق آرمی چیف جناب اسلم بیگ اور پاکستان کے سابق صدر غلام اسحاق خان نے سیاست دانوں کو دینے کے لیے ایک ارب اڑتالیس کروڑ روپے مانگے تھے اوران کے دباؤ پر شریف برادران اور الطاف حسین سمیت سب کو انتخابی مہم کے لیے چونتیس کروڑ روپے تقسیم کیے گئے۔

② نواز شریف کو ۳۵ لاکھ، شہباز شریف کو ۲۵ لاکھ، جماعت اسلامی کو ۵۰ لاکھ، نصیر مینگل کو ۱۰ لاکھ، پیر پگاڑا کو ۲۰ لاکھ، ہمایوں مری کو ۱۵ لاکھ، جمالی صاحب کو ۴۰ لاکھ، جام یوسف کو ۷ لاکھ، سرحد کے میر افضل کو ایک کروڑ، جونیجو کو اڑھائی کروڑ اور الطاف حسین کو ۲ کروڑ سے زائد رقم دی گئی۔ان کے علاوہ کچھ دوسرے افراد کو بھی نوازا گیا۔

③ باقی ایک ارب روپے سے زائد رقم کو مختلف افراد نے سرمایہ کاری میں لگایا، اوراس کا فائدہ لینے والوں میں فوج کے لوگ بھی شامل تھے۔

④ جنرل اسلم بیگ نے الیکشن کے لیے ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ روپے مانگے جب کہ اسلم بیگ اور کرنل اکبر نے رقم منتقل کرنے کے لیے مختلف اکاؤنٹ بتائے اور ۳۴ کروڑ روپے کی رقم سیاست دانوں کے اکاؤنٹس میں ڈالی گئی کیونکہ سیاست دان یہ رقم براہ راست نہیں لینا چاہتے تھے۔

⑤ رحمان ملک اس وقت ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل تھے اوراس میں ان کا بھی کردار تھا۔رقم کا بندوبست نہ کرنے پر ایف آئی اے نے انھیں پانچ دن بند رکھا۔

⑥ مہران بنک کے لیے سٹیٹ بنک آف پاکستان سے لائسنس حاصل کرنے کے لیے اس وقت کے وزیر اعلیٰ سندھ جام صادق صاحب کو ۱۵ کروڑ دیے گئے۔

مندرجہ بالا مقدمے کی سماعت پر چیف جسٹس جناب افتخار محمد چوہدری کے یہ ریمارکس درست ہیں کہ معاملہ نہایت حساس ہے، اس لیے شفافیت کے ساتھ یہ سماعت ابھی جاری رہے گی۔اس کی سماعت کھلی عدالت میں ہونی چاہیے۔معاملہ زیر سماعت ہونے کی وجہ سے ہم اس کے حسن وقبح پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتے تاہم اس کے کچھ ایسے پہلو ہیں جن کا مقدمے کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہیں لیکن وہ اس قابل ضرور ہیں کہ ان پر توجہ دی جائے۔

یہ مقدمہ بارہ سال تک التوا میں پڑا رہا، یقیناً اس کے کوئی سبب بھی ہوں گے۔ہماری رائے میں اس کے چند بڑے اسباب یہ ہیں:

عدالتوں میں ججز کی تعداد اصل تعداد سے بہت کم ہے۔خالی اسامیوں میں ججز کی تقرری پر توجہ نہیں دی جاتی جس کی وجہ اسامیاں عرصہ دراز تک بلکہ سالہا سال تک خالی رہتی ہیں اس کی وجہ سے مقدموں کی سماعت بروقت نہیں ہو پاتی۔کیس کا فیصلہ ہونے تک مدعی رُل جاتے ہیں۔

دوسرا سبب مقدمات کی بھرمار ہے اس لیے کہ کئی سالوں سے بلدیاتی ادارے اپنی مدت پوری کرنے کے بعد ختم ہو چکے اور نئے الیکشن نہیں ہوئے۔ بلدیاتی اداروں پنچائیتوں اور یونین کونسلوں کی خیر وبرکت سے بہت سارے جھگڑے اور مناقشات مقامی سطح پر حل ہو جاتے تھے۔عوامی

نمائندے اصل صورت حال سے واقف ہوتے تھے اس لیے ان کے فیصلے حقیقت کے قریب تر ہوتے تھے جنہیں عدالتوں میں چیلنج کرنے کی نوبت بہت کم آتی تھی اور عدالتیں بھی بہت سارے غیر ضروری بوجھ سے آزاد رہتیں تھیں اور دیگر مقدمات میں ان کو غور و فکر اور حقیقت حال تک پہنچنے کے لیے کافی وقت مل جاتا تھا۔ عدالتوں کے مؤثر فیصلوں سے عوام بھی مطمئن ہو جاتے۔ لیکن اب صورت حال اس سے مختلف ہے۔ عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار کی وجہ سے عدالتیں وہ کارکردگی نہیں دکھارہیں جن کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔

تیسرا سبب پیپلز پارٹی نے عدالتوں کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرنے کا جو رویہ اپنا رکھا ہے اس سے عدالتوں کی گھنجلک اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ عوامی مفاد کی مقدمے التوا کا شکار ہو رہے ہیں۔

مرکزی اور صوبائی دونوں حکومتیں اپنے اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے بلدیاتی انتخابات کرانے سے گریزپا ہیں وہ نہیں چاہتیں کہ اقتدار و اختیار ان کے ہاتھ سے نکل کر نچلی سطح پر عوامی نمائندوں کو حاصل ہو اس لیے یہ ادارے بیوروکریسی کے قبضے میں دے رکھے ہیں۔ حال ہی میں سپریم کورٹ میں پنجاب حکومت کے طرز حکومت کے بارے میں جو ریمارکس دیے ہیں آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ عوامی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ جلد از جلد بلدیاتی انتخابات کروا کر اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کیا جائے تاکہ عوام کے مسائل مقامی سطح پر حل ہو سکیں۔

اس مقدمے سے یہ بھی عیاں ہے کہ اس ملک میں امانت و دیانت کا فقدان ہے۔ پورا ملک اخلاقی زوال اور گراوٹ کا شکار ہے۔ کرپشن انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے عہدیدار اس کیس میں ملوث نظر آتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی عہدیدار کو اپنی ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہیں اور وہ سب اپنی اپنی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو کر ایسے کاموں میں الجھے رہے جن کا ان کی ذمہ داریوں سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ قومی خزانے کو بے دردی سے لٹایا۔ عوام کے خون پسینے کی کمائی سے حاصل ہونے والی رقم سے عوام کو کوئی سہولت فراہم کرنے کی بجائے ان لوگوں کو نوازا گیا جو ان کے مستحق نہ تھے۔

اس سے ہماری سیاست کے خدوخال بھی عیاں ہو کر سامنے آگئے ہیں کہ یہ عدل و انصاف پر مبنی ہونے کے بجائے دھن، دھونس اور دھاندلی پر مبنی ہے۔ وحیدہ شاہ کیس اور آئین میں بیسویں ترمیم کے لیے سینٹ کے ممبران کو ۳۶ کروڑ کے فنڈز دینا اسی نظام کا بدبودار پھل ہے۔

حکومت کے غلط وقت پر کیے گئے فیصلے نے تمام معاملے کو مشکوک بنا دیا ہے۔ جب ممبران اقتدار میں رہ کر عوام کی خدمت کر سکتے تھے وہ فنڈز سے محروم رہے اور اب جب کہ ۵۰ سینٹر سبک دوش ہو کر اپنے گھروں کو جا رہے ہیں ان کو فنڈز سے نوازنا اس کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ انہیں بیجا طور پر نوازا گیا ہے۔

یہاں پر ہر کوئی شتر بے مہار بنا پھرتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں احتساب کا محکم نظام موجود نہیں۔ احتساب کے لیے نیب نامی ادارہ موجود ہے لیکن وہ خود اس قابل ہے کہ اس کا احتساب کیا جائے۔ اس کے علاوہ جو ادارے...... انٹی کرپشن وغیرہ...... موجود ہیں خود کرپشن کی وجہ سے بدنام اور بے اثر ہیں۔ چھوٹے مجرم تو پکڑے جاتے ہیں۔ لیکن مگرمچھوں پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا ہے جام صادق کا جس نے مہران بنک کا لائسنس دلانے کے عوض ۱۵ کروڑ کی رشوت لی احتساب کیوں نہیں ہوا کیا یہ سب ادارے اس وقت سوئے ہوئے تھے۔

سیاست دانوں کا طبقہ وہ طبقہ ہے جنھوں نے ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہوتی ہے ان کا کردار اجلا اور صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ اگر یہ خود بکاؤ مال بن جائیں اور ہر کوئی انہیں چند سکوں کے عوض خرید لے تو ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ جن کے پیش نظر ملکی مفاد کی بجائے اپنا ذاتی یا جماعتی مفاد ہو وہ عوامی مفادات کی نگرانی اور حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں ملک ان کی ہاتھوں میں کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اس کیس کے حوالے سے سیاستدانوں کا جو کردار سامنے آیا ہے وہ انتہائی شرمناک اور مایوس کن ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ عوام کی خدمت کے جذبے سے سیاست میں نہیں آتے بلکہ ان کا مطمع نظر محض مال کمانا ہوتا ہے اور وہ سب کے سب سیاست کے حمام میں ننگے ہیں۔

درس قرآن

قسط نمبر ۱۴

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَ نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَھُمْ وَ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ○﴾ [یٰس : ۱۲]

’’بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے آگے بھیجے اور ان کے چھوڑے ہوئے نشان بھی اور جو بھی چیز ہے ہم نے اسے ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔‘‘

پہلی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا ذکر ہوا ہے اور اسی حوالے سے بطورِ تسلی فرمایا گیا ہے کہ جو آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو دراصل یہ ان کے استکبار کا نتیجہ ہے۔ جیسے متکبر کی گردن اکڑی ہوئی ہوتی ہے، وہ حقیقت کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، استکبار کی وجہ سے ان کی یہی حالت ہے۔ ان کی اسی ضد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا کر دیا ہے، انھیں راہِ حق نظر ہی نہیں آتا۔ آپ ﷺ کی دعوت کو وہ قبول کرتے ہیں جو قرآنِ حکیم کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔ مگر جو قرآن کی آواز سننا ہی نہیں چاہتے اس کے سننے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ اللہ کا ڈر ان کے دلوں سے نکل گیا ہے، وہ آپ ﷺ کی دعوت کو کبھی قبول نہیں کریں گے۔

اب اس آیت میں منکرین کے اعتراض کا جواب ہے جو ”إنذار“ کے جواب میں کہتے تھے:

﴿اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ کُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمْ مُّخْرَجُوْنَ ○ ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ○ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ○﴾

[المؤمنون : ۳۵-۳۷]

’’کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔‘‘

ایک اور مقام پر ان کے اسی فکر کا یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ○﴾ [النحل : ۳۸]

’’اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے، کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

ان کے اسی قسم کے دعوؤں کے جواب میں یہاں فرمایا گیا ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی﴾ ’’بے شک ہم ہی مُردے کو زندہ کرتے ہیں۔‘‘ یہاں ﴿اِنَّا نَحْنُ﴾ میں توحید کی طرف اشارہ ہے کہ ہم ہی زندہ کریں گے، اس میں کسی اور کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ○﴾

[الحجر : ۲۳]

’’اور بے شک ہم، یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔‘‘

جس طرح پہلی بار زندگی عطا کرنے والا اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں، اسی طرح موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ اسی طرح جب پہلی بار پیدا کرنے میں کوئی دشواری اور اللہ تعالیٰ کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی تو دوبارہ زندہ کرنے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اسی سورۂ یٰس ہی میں فرمایا ہے:

﴿قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ

عَلِيۡمٌ ۙ﴿٧٩﴾ [یٰس: ٧٩]

''کہہ دے: انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انھیں پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔''

﴿وَ نَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَهُمۡ﴾ ''اور ہم لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے آگے بھیجے اور ان کے چھوڑے ہوئے نشان بھی۔'' اس میں قیامت کے بارے میں کفار کے ایک اشکال کا جواب ہے۔ جس طرح وہ یہ کہتے تھے کہ تمام انسانوں کے اجسام جو مٹی میں دفن ہوجاتے ہیں، ان کے اعضاء بکھر جاتے ہیں، بعض وہ ہیں جو پانی میں ڈوب مرتے ہیں اور دریائی جانوروں کی غذا بن جاتے ہیں، بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو درندوں کا لقمہ بن جاتے ہیں، اس لیے انسانوں کا اٹھایا جانا ممکن نہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی تصور کرتے تھے کہ تمام انسان جو کچھ کرتے ہیں ان کا ریکارڈ محفوظ کیونکر رکھا جاسکتا ہے۔ اسی شبہ کے ازالے کے لیے فرمایا گیا ہے کہ جو عمل وہ کرتے ہیں ہم انھیں لکھ رہے ہیں، چنانچہ فرمایا:

﴿مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ﴾ [ق: ١٨]

''وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

وہ نگران کراماً کاتبین ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰفِظِيۡنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيۡنَ ۙ يَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ﴾ [الإنفطار: ١٠-١٢]

''حالانکہ بلاشبہ تم پر یقیناً نگہبان (مقرر) ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔''

اس لیے ہر ایک کے اعمال واقوال کا ریکارڈ محفوظ کیا جارہا ہے۔ اسی ریکارڈ کے مطابق ان کی قسمتوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔

﴿ما قدموا﴾ سے مراد اعمال ہیں، خواہ وہ نیک ہوں یا بُرے۔ اسی حوالے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ [الحشر: ١٨]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔''

یہودیوں نے کہا: اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کو بھی شہید کیا۔ جس کے نتیجے میں انھیں جہنم واصل کیا جائے گا۔ اسی حوالے سے فرمایا گیا ہے:

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ﴾ [آلِ عمران: ١٨٢]

''یہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ بے شک اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔''

ایمانداروں کے بارے میں اسی اسلوب میں فرمایا ہے:

﴿وَ اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾ [البقرة: ١١٠]

''اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور جو بھی نیکی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پا لوگے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس لیے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا جو کچھ کرے گا قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا:

﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ [الزلزال: ٧، ٨]

''تو جو شخص ایک ذرّہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرّہ برابر بُرائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

منکرین آج جس حقیقت کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن جب یہ منظر دیکھیں گے تو بول اٹھیں گے:

﴿يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰٮهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ [الكهف: ٤٩]

''ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا ربّ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

١١٩٧ . عن أنس بن مالك قال: دخلت على النبي ﷺ وهو على سرير مرمول [وهو المنسوج] بشريط ، تحت رأسه وسادة من أدم حشوها ليف ، ما بين جلده وبين السرير ثوب ، فدخل عليه عمر فبكى ، فقال له النبي ﷺ: ((ما يبكيك يا عمر؟)) قال: أما والله ما أبكي يا رسول الله! ألا أكون أعلم أنك أكرم على الله من كسرى وقيصر فهما يعيشان فيما يعيشان فيه من الدنيا وأنت يا رسول الله بالمكان الذي أرى ، فقال النبي ﷺ: ((أما ترضى يا عمر أن تكون لهم الدنيا ولنا الآخرة؟)) قلت: بلى يا رسول الله ، قال: ((فإنه كذلك)) .

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کھجور کی رسی سے بنی ہوئی چارپائی پر آرام فرما تھے۔ آپ ﷺ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کے بدن مبارک اور تخت کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور رونے لگے تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمر کیوں رو رہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی قسم میں نہ روتا اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ قیصر وکسریٰ سے زیادہ واجب الاحترام ہیں یہ لوگ دنیا میں جس عیش وعشرت سے زندگی گزارتے ہیں اور آپ ﷺ جس مقام پر ہیں وہ بھی دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا اے عمر کیا تم اس سے راضی نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس ایسا ہی ہوگا۔"

١١٩٨ . عن أبي رفاعة العدوي قال: انتهيت إلى النبي ﷺ وهو يخطب ، فقلت: يا رسول الله رجل غريب جاء يسأل عن دينه لا يدري ما دينه ، فأقبل إلي وترك خطبته فأتى بكرسي خلت قوائمه حديدا۔ قال حميد ، أراه خشبا أسود حسبه حديدا۔ فقعد عليه فجعل يعلمني مما علمه الله ثم أتم خطبته آخرها .

"ابورفاعہ عدوی سے روایت ہے انھوں نے عرض کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں آپ ﷺ کے قریب جا بیٹھا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک پردیسی آدمی ہوں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اپنے دین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا میرا دین کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنا خطبہ چھوڑ دیا اور میرے پاس آ گئے۔ آپ ﷺ کے لیے ایک کرسی لائی گئی میرے خیال میں جس کے پائے لوہے کے تھے۔ حمید کہتے ہیں کہ وہ کرسی سیاہ لکڑی

کی تھی، انھوں نے لوہا سمجھ لیا۔ آپ ﷺ اس کرسی پر بیٹھ گئے۔ مجھے وہ دینی مسائل سکھانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں سکھائے تھے۔ پھر اخیر میں آپ نے اپنے خطبہ کو مکمل فرمایا۔''

۱۱۹۹ . عن موسى بن دهقان قال: رأيت ابن عمر جالسا على سرير عروس عليه ثياب حمر .

''موسیٰ بن دہقان سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو دلہن والے پلنگ پر سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔''

۱۲۰۰ . عن عمران بن مسلم قال: رأيت أنسا جالسا على سيرير واضعا إحدى رجليه على الأخرى .

''عمران بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو چارپائی پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انھوں نے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔''

فائدہ: ان احادیث سے جلوس سریر پر خواہ چارپائی ہو خواہ تخت لکڑی کا یا چیرکٹ دلہن کی اور بیٹھنا کرسی پر فعل حضرت وسلف صلحاء سے ثابت ہے۔

باب: إذا رأى قوما يتناجون فلا يدخل معهم

جب کوئی آدمی لوگوں کو آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے دیکھے تو ان کے پاس نہ جائے

۱۲۰۱ . عن سعيد المقبري يقول: مررت على ابن عمر ومعه رجل يتحدث، فقمت إليهما فلطم في صدري فقال: إذا وجدت اثنين يتحدثان فلا تقم معهما، ولا تجلس معهما، حتى تستأذنهما، فقلت: أصلحك الله يا أبا عبد الرحمن إنما رجوت أن أسمع منكما خيرا .

''حضرت سعید مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس سے گزرا وہ ایک آدمی سے باتیں کررہے تھے۔ میں ان دونوں کے پاس جا کھڑا ہوا عبداللہ بن عمر نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: جب دو آدمی آپس میں باتیں کررہے ہوں تو ان کے قریب کھڑا نہیں ہونا چاہیے اور نہ ان کے قریب بیٹھنا چاہیے جب تک کہ ان دونوں سے اجازت نہ لے لو۔ میں نے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے، میں نے تو خواہش کی تھی کہ آپ دونوں سے کوئی بھلائی کی بات سنوں گا۔''

۱۲۰۲ . عن ابن عباس قال: من تسمع إلى حديث قوم وهم له كارهون صب في أذنه الآنك، ومن تحلم بحلم كلف أن يعقد شعيرة .

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جس شخص نے کسی ایسی جماعت کی گفتگو سننے کی کوشش کی وہ اس کے سننے کو ناپسند کرتے ہیں تو اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا اور جس نے جھوٹا خواب سنایا اس کو جو کے دانہ میں گرہ لگانے پر مجبور کیا جائے گا۔''

باب: لا يتناجى اثنان دون الثالث

جب تین آدمی اکٹھے بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں

۱۲۰۳ . عن عبد الله، أن رسول الله ﷺ قال: ((إذا كانوا ثلاثة، فلا يتناجى اثنان دون الثالث.))

''حضرت عبداللہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب تین آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔''

مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبۂ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور

رسول اللہ ﷺ کے لیے اہدائے ثواب؟

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرنا یا دیگ پکا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

لوگوں کا یہ جذبہ بلاشبہ نبی ﷺ کے ساتھ اس عقیدت و محبت کا مظہر ہے جو مسلمان کو آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ ہے اور ہونی چاہیے۔ لیکن آپ کے ساتھ محبت کا یہ اظہار آپ کی اطاعت وفرماں برداری اختیار کرنے میں ہونا چاہیے اور پوری زندگی اوراس کے تمام معمولات کو اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے میں ہونا چاہیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے ساتھ محبت کے اظہار کا یہی طریقہ اپنایا تھا۔ اسی لیے کسی صحابی سے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کی یا صدقہ و خیرات کیا، ہمارے لیے صحابۂ کرام کا یہی طرزِ عمل قابل اتباع ہے، نہ کہ سال میں کسی ایک دن ایصالِ ثواب کے لیے مذکورہ طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کر کے سارا سال اسلام کے احکام وفرائض اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے مجرمانہ حد تک غفلت اور بے اعتنائی کا مظاہرہ کرنا۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے ایصالِ ثواب کے محتاج نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو بلند ترین مقام عطا فرمایا ہے، وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔ علاوہ ازیں پوری دنیائے اسلام میں مسلمان جتنے بھی نیکی کے کام کرتے ہیں، ان کا اجروثواب جس طرح کرنے والوں کو ملتا ہے، اسی طرح "من دل علی خیر کفاعله" کے مصداق کروڑوں مسلمانوں کے اعمالِ خیر کا اجروثواب رسول اللہ ﷺ کو بھی ملتا ہے اور قیامت تک ملتا رہے گا، یوں آپ کے درجات عالیہ اور مراتب عظیمہ روز افزوں ہیں۔ ہمیں اس کے لیے اپنی طرف سے کوئی طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بنا بریں جو مسلمان چاہتا ہے کہ نبی ﷺ کے درجات اور اجر وثواب میں مزید اضافہ ہو تو اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ وہ آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائے۔ یہ آپ کے ساتھ محبت کا عملی ثبوت اور ایک سچا مظاہرہ ہے۔ اس کے برعکس اسلام پر عمل تو نہ کیا جائے، احکام وفرائض اسلام کی پابندی تو نہ کی جائے اور صرف سال میں ایک مرتبہ ایصالِ ثواب کے نام پر ایک جانور ذبح کر دیا جائے یا ایک دیگ تقسیم کر دی جائے، تو یہ آپ کے ساتھ محبت کا ایک کھوکھلا مظاہرہ ہے جس سے اللہ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔

پنج تن کے لیے قربانی کرنا:

اسی طرح بعض لوگ پنج تن کے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرتے ہیں۔

اول: تو پنج تن کا جو تصور ہمارے معاشرے میں ہے، اس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں۔

ثانیاً: ان کو (نعوذ باللہ) الوہی صفات کا حامل سمجھا جاتا ہے، ان کے لیے ایصال ثواب کے کیا معنیٰ؟

بنا بریں ایصالِ ثواب کا صرف نام ہے، یہ دراصل ان کے نام کی

نذرو نیاز ہے جس طرح ہم اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے نام کی نذرونیاز دیتے ہیں جوعبادت ہی کی ایک قسم ہے۔اسی طرح مشرکانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ فوت شدہ بزرگوں کی خوشنودی کے لیے ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں، یوں ایک گونہ ان کی عبادت کرتے ہیں۔

پنج تن کے لیے قربانی یا گیارہویں کے نام پر جانور ذبح کرنے یا دیگ پکانے میں یہی مشرکانہ تصور کارفرما ہے۔ أعاذنا الله منها.

گیارہویں شریف:

یہی حیثیت گیارہویں کی ہے جو پیر عبدالقادر جیلانی کے نام پر کی جاتی ہے۔ اس کو بھی کہنے کو''ایصالِ ثواب'' باور کرایا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کو بھی پیر جیلانی کی خوشنودی ہی کے لیے کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ اگر پیر جیلانی کے نام کی گیارہویں نہ کی تو ہمارا کاروبار تباہ ہوجائے گا، ہماری بھینسوں کا دودھ خشک ہوجائے گا یا کسی اور نقصان سے ہم دوچار ہوجائیں گے۔

اس اعتبار سے یہ ''ایصالِ ثواب'' نہیں، ان کے نام کی ''نذر ونیاز'' ہے اور نذر و نیاز عبادت کی قسم ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

اگر کوئی اللہ کے سوا کسی اور کے نام نذر نیاز دیتا ہے تو وہ اس کی عبادت کرتا ہے، یوں گیارہویں ایک شرکیہ عمل قرار پاتا ہے۔ أعاذنا الله منه.

اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب:

''۱۲ اسلامی مہینے فضائل اور رسوم و بدعات''

''۱۲ اسلامی مہینے، فضائل، مسنون اعمال اور رسومات بدعیہ''

(مطبوعہ دارالسلام)

ایصالِ ثواب کے لیے مجلس عزا یا محفل میلاد و نعت خوانی؟

ایصالِ ثواب کی ایک صورت شیعہ حضرات میں رائج ہے اور اس کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے اور وہ ہے مجلس عزا۔ میت کے ایصالِ ثواب کے لیے کسی ذاکر کو بلاکر مصائب اہل بیت اور مثالب صحابۂ کرام پر تقریر ہوتی ہے اور حاضرین کو لنگر کھلا کر سمجھ لیا جاتا ہے کہ مرنے والے کی بخشش کا سامان کرلیا گیا ہے۔

انھی کی دیکھا دیکھی بدعت پسند اہل سنت کہلانے والے، جن کو بریلوی کہا جاتا ہے، محفل میلاد یا محفل نعت کے نام سے اجتماع کرتے ہیں اور یہ سلسلہ اب روز افزوں ہے۔ بعض حضرات ''ختم چہلم'' کے موقع پر ایسا کرتے ہیں اور بعض اس سے آگے پیچھے اس قسم کی محفلیں کرکے اس کو میت کے حق میں ایصالِ ثواب کے لیے نہایت کارگر اور تیر بہدف نسخہ سمجھتے ہیں۔

لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ بھی ایجادِ بندہ رسم ہے اور اسی کو بدعت کہا جاتا ہے جو حدیثِ رسول کی رُو سے شرالامور (بدترین کام) ہے۔ جب بدعت پر اجروثواب کے بجائے گناہ ملتا ہے تو اس کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کس طرح ممکن ہے؟

اس لیے ایصالِ ثواب کے نکتۂ نظر سے اہل تشیع کا مجلس عزا و محفل ماتم برپا کرنا یا اہل بدعت کا محفل میلاد یا مجلس نعت کا اہتمام کرنا دونوں بے فائدہ ہیں، ان سے میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یہ بقول غالب ع

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

کا مصداق ہیں۔

علاوہ ازیں مذکورہ دونوں قسم کی مجلسوں میں قرآن و حدیث کی باتوں کے بجائے اپنے اپنے مسلکوں کا پرچار ہوتا ہے جن سے عقیدہ و عمل کی اصلاح نہیں ہوتی کیونکہ وہ اصلاح تو خالص قرآن و حدیث کی تعلیمات ہی سے ممکن ہے، بلکہ عقیدہ وعمل میں مزید بگاڑ ہی پیدا ہوتا ہے۔ شیعہ حضرات کی محفلوں کا پسندیدہ موضوع مصائب اہل بیت یا مثالب ومظالم صحابہ ہوتے ہیں اور یہ دونوں موضوع از اول تا آخر قرآن وحدیث کے یکسر خلاف ہیں۔ محفل میلاد یا محفلِ نعت خوانی میں بھی من گھڑت قصے کہانیاں یا مبالغہ آمیز باتیں جو غلو پر مبنی ہوتی ہیں، انھی کا بیان ہوتا ہے، حالانکہ قرآنِ کریم میں غلو فی الدین سے روکا گیا ہے اور خود نبی ﷺ نے بھی غلو وافراط سے منع فرمایا ہے۔

”لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فإنما أنا عبده فقولوا عبد الله ورسوله .“

(صحیح البخاری، حدیث : ۳٤٤٥)

”میری شان میں اس طرح حد سے تجاوز نہ کرنا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا، میں تو اللہ کا صرف بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔“

لیکن نعتوں میں قرآن و حدیث کی صریح خلاف ورزی کی جاتی ہے اور جس نعت یا تقریر میں جتنا زیادہ غلو اور آپ کی شان میں جتنا زیادہ مبالغہ ہوتا ہے، اس مقرر یا نعت خواں کو اتنی ہی زیادہ داد ملتی ہے بلکہ اب تو نوٹوں کی بارش بھی ہوتی ہے۔أعاذنا الله منها .

قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف یہ تقریبات، جن کا جواز ہی محل نظر ہے، ان سے ایصالِ ثواب کس طرح ممکن ہے؟ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

دو اور جدید رسمیں

نوٹ: اب آج کل مرنے والوں کے لیے ایک اور رسم چل پڑی ہے کہ ان کی یاد میں موم بتیاں اور دیے جلائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں گُل دستوں کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ دونوں باتیں غیروں کی نقالی ہیں، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس سلسلے میں پاکستان کے ایک نامور کالم نگار اوریا مقبول جان کا ایک کالم اخبارات میں چھپا ہے جس میں ان رسموں کی پوری حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ اس کا آغاز کب اور کہاں ہوا اور کس طرح اس کو فروغ حاصل ہوا۔ بہرحال نقالی پر مبنی یہ رسمیں بھی سراسر ناجائز اور حرام ہیں، ان سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ اب مذکورہ معلوماتی مضمون ملاحظہ ہو۔

پھول اور موم بتیاں......اب یہی زادِ راہ ہے

اے عورت! تم سے ایک جرم سرزد ہوا تھا جس کی پاداش میں ہمیں جنت سے نکلنا پڑا۔ تم سانپ کی دلکشی پر فریفتہ ہوگئیں اور اس کے بہکاوے میں آگئیں اور پھر تو نے ہمارے باپ آدم کو بھی اُس میں شریک کرلیا۔ یوں تمھاری وجہ سے اس زمین بلکہ ہماری زندگیوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اسی لیے اب تمھیں موم بتیاں روشن کر کے دنیا میں روشنی کو واپس لانا ہوگا۔

یہ ہے وہ عقیدہ جس کی بنیاد پر دنیا میں یہودیوں نے سب سے پہلے مٹ زاوہ (Mitzawah) کے تہوار کے نام پر موم بتیاں روشن کرنا شروع کیں۔ اس موم بتی کو روشن کرنے اور عورت کی غلطی کی تلافی وہ یوم سبت، یعنی مشہور ہفتے کے دن کے تہوار کے طور پر کرتے ہیں اور اس کا ماخذ اپنی کتاب تالمود کے 31ب پیرے سے لیتے ہیں۔ یہ موم بتیاں جمعہ کی شام یعنی ہفتے کی رات کو روشن کی جاتی ہیں۔

عورتیں دو موم بتیاں جلاتی ہیں ایک توریت کے باب (Exodus 8:20) کے مطابق جب یہودیوں کو اپنے وطن سے دربدر کیا گیا تھا اور دوسرا توریت کی پانچویں کتاب Deuteronmy کے فقروں 5:12 کے مطابق جس میں یوم سبت کے منانے کے بارے میں کہا گیا ہے۔ عورتیں موم بتیاں جلا کر اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے ڈھانک لیتی ہیں پھر شکر ادا کرتی ہیں کہ خدا نے ہمیں مقدس بنایا اور ہمیں سبت کی شمعیں جلانے کا حکم دیا۔

یہودیوں کا ایک اور تہوار Hanukah ہے جو یہودی مہینے کزلیو Kislev کی 25 تاریخ کو آٹھ دن کے لیے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار 165 قبل مسیح میں یہودیوں کی یونانی اور شامی فوجوں پر فتح کے جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسے Chanuha یعنی روشنیوں کا تہوار بھی کہا جاتا ہے۔ ان آٹھ دنوں میں یہودی مسلسل موم بتیاں روشن کرتے ہیں۔ موم بتیاں جلانا ان کے لیے ان تہواروں تک محدود نہیں بلکہ مرنے والے کی موت کی سالگرہ کے دن Yahrtzeit موم بتی روشن کی جاتی ہے۔ جنگ عظیم دوم میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کے قتل کی یاد میں یوم نشو Yom Nashoah منایا جاتا ہے اور ہر گھر، عبادت گاہ اور یہودی عمارت پر موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔

یہودیوں کی یہی روایت جو انھوں نے اپنے دین میں خود ایجاد کی

تھی عیسائیت میں بھی در آئی جس کا کوئی ماخذ نہ انجیل میں تھا اور نہ ہی ان کی قدیم روایات میں۔ یہ اس قدر عام ہوئی کہ مشرقی آرتھوڈکس چرچ کی عبادتوں کے دوران پورے کا پورا مجمع ہاتھ میں موم بتیاں پکڑے کھڑا ہوتا۔ قربان گاہوں پر خاص طور پر موم بتیاں روشن کی جاتیں۔ مشرقی کیتھولک، اورنیٹل کیتھولک بلکہ رومن کیتھولک سب کے سب موم بتی کو مسیح کی روشنی سے تعبیر کرنے لگے۔ بلکہ خاص ہدایات دی گئیں کہ چرچ میں جلائے جانے والی موم بتیوں میں کم سے کم 51 فی صد موم شہد کی مکھیوں کے چھتے سے حاصل کیا جائے۔ پاشل Paschal موم بتی خاص طور پر مسیح کے ایسٹر کے دن دوبارہ زندہ ہونے کی علامت بنا دی گئی اور اسے اسی دن جلایا جاتا ہے۔

موم بتیاں جلانے کی اس یہودی روایت کو یوں ترویج دیا گیا کہ کہیں یہ امن کی علامت کے طور پر جلائی گئیں تو کہیں خوشی کے طور پر۔ لیکن مرنے والوں کی یاد میں اسے عالمی پذیرائی گیارہ ستمبر میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں مرنے والوں کی یادگار پر موم بتیاں جلانے سے ملی۔ پورے امریکا میں لوگوں نے ایسا کیا اور پھر دنیا بھر میں اس کے حامیوں نے کم اور اس کے غلاموں نے زیادہ اسے اپنی روزمرہ زندگی میں داخل کرلیا۔

پھولوں کے گلدستے، یا قبر پر ڈالی جانے والی Wreath جو ایک گول دائرے میں سجائے گئے پھولوں کو کہتے ہیں جسے ہمارے صحافی ترجمے میں پھولوں کی چادر لکھتے ہیں۔ دراصل یونانی دیوتاؤں کے گلے کے ہار کے طور پر تقدس کا درجہ رکھتی تھی جسے اولمپک میں جیتنے والوں کے گلے میں پہنایا جاتا تھا۔ ایسی ہی ایک چادر یا پھولوں کی مالا مرنے والوں کے دن کے طور پر براعظم امریکا میں صدیوں سے قبروں پر چڑھائی جاتی رہی۔ بلکہ میکسیکو اور برازیل کے لوگ اسے بد روحوں کو بھگانے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ لیکن جب عیسائیت وہاں آئی تو انھوں نے اس Wreath یا مالا کو اپنے لیے خاص کرلیا اور نومبر کی یکم اور دو تاریخ کو آل سینٹ ڈے منایا جانے لگا۔ جہاں ایک سیج سجائی جاتی جس کے درمیان میں یہ گول والی پھولوں کی چادر ہوتی اور ساتھ پھولوں کے گلدستے سجا دیے جاتے۔

کیتھولک روایات میں پھولوں کی یہ گول چادر یا حلقہ پانچ موم بتیوں کے ساتھ روشن کیا جاتا ہے۔ ہندو اسی طرح کی پھولوں کی مالا کو وشنو کے گلے کا ہار سمجھتے ہیں اور ان کے ہاں دیے (چراغ) جلانا اور پھول بہانا ایک مذہبی عبادت ہے۔ آپ بنارس میں رات کو گنگا کے کنارے جا نکلیں تو ہر مندر کے سامنے دیپ پوجا ہو رہی ہوتی ہے اور پھر شبد گا کر گنگا کو میٹھی نیند سلایا جاتا ہے اور دیے گنگا میں بہا دیے جاتے ہیں۔ صدیاں بیت گئیں، آج کے جدید ترین زمانے میں بھی انھوں نے اپنے دیے کو موم بتی سے تبدیل نہیں کیا۔ البتہ پھولوں کے Wreath اور گلدستے ان کے مہذب کلچر کا حصہ بن گئے۔ لیکن ان گلدستوں اور پھولوں کی چادروں کو عروج اس وقت ملا جب لیڈی ڈیانا کی موت کے بعد بکنگھم پیلس کے سامنے گلدستوں اور ایسی گول چادروں کا ڈھیر لگا دیا گیا کہ یہ سب تو ان کی عیسائی روایات کا حصہ تھا۔

شاید کچھ عرصے کے بعد ہم بھول جائیں کہ ہم اپنے مرنے والوں کو دعاؤں، قرآن کی تلاوت اور تسبیح وتہلیل سے یاد کیا کرتے تھے۔ ہم پر عذاب مسلط ہوتے، مشکل کی گھڑی آتی تو ہماری بڑی بوڑھیاں چاندنیاں بچھا کر گھٹلیوں پر آیت کریمہ کا ورد کرنے لگتیں۔ مرد مسجدوں کا رخ کرتے۔ جس کے ذہن میں اپنے اللہ کو پکارنے کے لیے جو لفظ بھی یاد ہوتا پورے درد اور التجا کے ساتھ ادا کرنے لگتا۔ کوئی بلاؤں کو ٹالنے کے لیے قنوتِ نازلہ پڑھتا۔ اپنے پیاروں، اس دنیا سے جانے والوں کے لیے ہم دعاؤں کے پھول بھیجتے اور ان کی آئندہ زندگیوں کے لیے قرآن کی تلاوت کی شمعیں ان کے ساتھ کرتے جو انھیں قبر کے اندھیروں میں روشنی پہنچاتیں۔ یہ ان کا زادِ راہ تھا اور نجات کا وسیلہ۔ بلائیں دور کرنے، عذاب ٹالنے اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے ہمارے دن رات استغفار میں گزرتے۔ ہمیں امن کی بھیک مانگنے کے لیے کسی عالم یا مفتی کے فتوے کی حاجت نہ ہوتی بلکہ ہم تو اس واحد و رحیم سے طلب کرتے جو کہتا ہے کہ خوف میں تو امن صرف میں دیتا ہوں۔

(باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر)

تحقیق وتنقید

اہل حدیث اور اہل تقلید کے منہج کا فرق

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علی رسوله الأمين!

اما بعد! اہل حدیث وسنت اور اہل تقلید کا راستہ ایک دوسرے سے مختلف ہے کیوں کہ ان دونوں کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ کسی مقلَّد امام کی تقلید کرنے میں نجات اخروی حاصل ہو گی یا اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت وحدیث پر عمل کرنے سے اخروی نجات ملے گی؟

چنانچہ ہر دور میں اہل حدیث وسنت کا عقیدہ یہی رہا ہے کہ اللہ کی رضا اور اخروی نجات کتاب وسنت کی پیروی کرنے میں ہی مضمر ہے۔

جبکہ اہلِ تقلیدِ اعمٰی کا ہر فرقہ اپنے اپنے مقلَّد امام کی تقلید پر زور دیتا رہا اور اسی کو حق سمجھتا رہا بلکہ اس کی تقلید کو واجب سمجھتا رہا ہے۔ بالخصوص ان کا فرقہ حنفیہ یہ سب سے زیادہ اپنے امام ابوحنیفہ کی آراء کی تقلید کی طرف دعوت دیتا رہا اور آج تک دے رہا ہے اور انہوں نے یہ سوچنا کبھی گوارہ ہی نہ کیا کہ آیا ان کے امام کی کئی ایک آراء احادیث نبویہ کے مخالف جارہی ہیں حتی کہ ان میں انتہاء درجہ کے غالی حنفی مقلد بھی ہوئے ہیں جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ حق اور انصاف اگرچہ یہ ہے (یعنی حدیث پر چلنے والوں کا قول راجح ہے اور حدیث نبوی کے مطابق ہے) لیکن ہم اپنے امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں ہم پر ان کی تقلید کرنا واجب ہے۔ (حنفی تقریر ترمذی، ص: ۳۶)

اور مالکی مقلدین میں بھی بعض بڑے بڑے غالی ہوئے ہیں جو بڑے برے کلمے منہ سے نکالتے رہے ہیں۔

چنانچہ اصبغ بن خلیل نے کہا تھا:

”لأن يكون في كتبي لحم خنزير أحب إلي من أن يكون فيها كتاب ابن ابی شيبة .“

(میزان الاعتدال، جلد: ۱، ص: ۲۶۹)

”یعنی میری کتب میں خنزیر کا گوشت ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ ان میں (حدیث کی کتاب) مصنف ابن ابی شیبہ ہو۔“

دیکھئے حدیث کی کتاب سے کس قدر بغض کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ حدیث کی کتاب میں تقلیدی مذہب کے خلاف بہت سی احادیث نبویہ ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں ایک ایسی جلد موجود ہے جو کہ کتاب الردِ علی ابی حنیفہ کے نام سے موسوم ہے۔

تقلید شخصی سے ہماری مراد یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں واضح نص (دلیل) موجود ہونے کے باوجود بھی کسی امام کی ایسی رائے پر اڑے رہنا جو کہ قرآنی یا حدیثی نص کے خلاف ہو۔

کسی بھی امام کی رائے کی تقلید نہیں کی جائے گی جبکہ وہ حدیث نبوی کے خلاف ہو گی ہر صورت میں حدیث نبوی ہی مقدّم ولائق اتباع ہو گی۔ ائمہ کی سینکڑوں آراء ایسی ہیں جو کہ احادیث نبویہ کے منافی ہیں۔

اس کی وجہ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ ان اماموں سے کئی احادیث نبویہ مخفی رہ گئی تھیں، وہ ان کو پہنچی ہی نہیں تھیں ان سے جب مسائل پوچھے جاتے تو وہ اجتہاد کرتے تھے۔ کئی دفعہ ان کا اجتہاد ان احادیث کے خلاف نکل آتا تھا۔ اور کبھی کبھی ان کا اجتہاد درست بھی نکل آتا تھا اسی لیے اصول فقہ کی کتب میں لکھا ہوا ہے: ”كل مجتهد يصيب ويخطی“ ”ہر مجتہد سے درستی اور غلطی کا امکان رہتا ہے۔“ اب مقلدین کا فرض تو یہی بنتا تھا کہ وہ ان تمام مسائل میں

احادیث نبویہ کی طرف رجوع کرتے اور اپنے اپنے اماموں کی ان آراء کو ترک کردیتے جیسا کہ ان میں سے بعض محققین نے ایسا کیا بھی ہے لیکن ہر مذہب میں غالی قسم کے مقلدین بھی ہوتے ہیں جو کسی بھی صورت میں اپنے امام کی رائے کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے چاہے جتنی بھی احادیث نبویہ انہیں سنا دی جائیں وہ یہی کہتے ہیں کہ:

"نحن مقلدون يجب علينا تقليد امامنا."

''بھئی ہم تو مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام کی تقلید واجب ہے۔''

چنانچہ اس جگہ ائمہ کی بعض وہ آراء ذکر کی جاتی ہیں جو کہ احادیث نبویہ کے ساتھ ٹکراتی ہیں تاکہ ان کے مقلدین کچھ تو غور کریں:

۱: امام مالک اور ابوحنیفہ کو رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی حدیث معلوم نہ تھی۔ (مؤطا امام مالك،باب جامع الصيام،حديث نمبر٤،حاشيه ابن عابدين وفتاوىٰ عالمگيرى،البحر الرائق وغيره)

حالانکہ یہ حدیث شریف صحیح مسلم وغیرہ میں مذکور ہے۔لیکن اس کے باوجود کئی ایک مالکی وحنفی ان روزوں کے قائل وفاعل نہیں ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔جیسا کہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے۔(دیکھئے شرح نووی علی صحیح مسلم، انجاز الحاجہ شرح ابن ماجہ، ج:۵،ص:۶۲۸)

۲: صاحب ہدایہ یعنی فقہ حنفی کی الھدایہ کتاب کے مصنف نے کہا ہے:

"ليس فى صلوة الكسوف خطبة لأنه لم ينقل." (هدايه اولين ،باب صلوٰة الكسوف، ص: ۱۶۷)

''صلاۃ کسوف میں خطبہ نہیں ہے کیونکہ یہ منقول نہیں ہے''

اب ان کی یہ رائے قابلِ قبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ رائے صریح احادیث کے خلاف ہے۔حدیث کی کتابوں مثلاً صحیح بخاری وغیرہ میں باب الخطبة فی الکسوف عام پایا جاتا ہے۔اب مالکیوں اور اکثر حنفیوں نے احادیث کی مخالفت کی ہے اور اس رائے کو قبول کیا ہے لیکن حنفیوں کے علامہ ظفر احمد عثمانی نے عام حنفیوں کی مخالفت کرتے ہوئے اعلاء السنن میں اسے مستحب لکھا ہے۔(اعلاء السنن:۱۶۹/۸)

۳: صلاۃ کسوف میں اونچی قراءت کی جاتی ہے جیسا کہ عام کتب حدیث میں آیا ہے۔(دیکھئے صحیح بخاری عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا)

لیکن اسے اکثر احناف اور مالکی تسلیم نہیں کرتے۔مالکیوں میں سے قاضی ابوبکر ابن العربی اور احناف میں ابویوسف اور محمد شیبانی اور طحاوی نے ان (عام حنفیہ) کی مخالفت کی ہے لیکن ہدایہ کے مصنف برھان الدین نے حدیث کے خلاف اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔

۴: امام مالک اکیلا جمعہ کا نفلی روزہ رکھنا اچھا سمجھتے تھے۔(دیکھئے مؤطا امام مالک ،باب جامع الصیام کے آخر میں ،باب ما جاء فی لیلة القدر سے ایک سطر قبل)

حالانکہ صحیح بخاری وغیرہ میں اکیلے جمعہ کے دن نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت موجود ہے۔(صحیح بخاری:۲۶۶/۱)

۵: امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کی پیداوار پر ہر حالت میں عشر ہے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔(ھدایہ اولین،ص:۲۰۱)

حالانکہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں اس کا نصاب پانچ وسق (پانچ وسق کا وزن:۱۶من ۳۵سیر یعنی۶۵۸کلو۶۲۹گرام) ذکر کیا گیا ہے۔ اور امام محمد بن حسن شیبانی اور ابویوسف کا بھی حدیث کے مطابق قول ہے۔

۶: امام ابوحنیفہ کی رائے ہے کہ بارش طلب کرنے کی نماز نہیں ہے۔(دیکھئے مؤطا امام مالک بروایۃ امام محمد شیبانی، ابواب الصلوٰۃ، باب الاستسقاء،ص:۱۰۵)

صاحبِ ہدایہ مرغینانی حنفی نے کہا ہے کہ صلاۃ استسقاء کی نماز منقول نہیں ہے۔(ہدایہ اولین،ص:۱۷۶)

امام مالک،شافعی،احمد،ابویوسف اور محمد شیبانی بارش طلب کرنے کی نماز کے قائل ہیں۔مولانا عبدالحی لکھنوی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو اس کی احادیث نہ پہنچی ہوں۔(عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ،جلد:۱،ص:۲۰۸)

۷: امام مالک کے شاگرد ابن وهب کا بیان ہے کہ امام مالک سے پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے نفی میں جواب دیا میں بھی مجلس میں موجود تھا، مجلس میں تو میں خاموش رہا لیکن جب مجلس کم ہوگئی تو میں نے کہا ہمارے ہاں مصر میں اس کے متعلق ایک حدیث پائی جاتی ہے۔امام صاحب نے پوچھا وہ کونسی حدیث ہے؟ میں نے انہیں اپنی سند کے ساتھ مُستوَرِد بن شداد رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سنائی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی چھوٹی انگلی کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ حدیث سن کر امام مالک نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔میں نے اس سے پہلے یہ حدیث کبھی نہیں سنی تھی۔ابن وهب کہتے ہیں اس کے بعد امام مالک سے جب یہ مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو وہ (اس حدیث کے مطابق) انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم رازی،ص:۳۱، ۳۲،سنن کبریٰ بیہقی،ج:۱،ص:۸۱)

۸: ایک رکعت وتر کی احادیث صحاح ستہ میں عام پائی جاتی ہیں اور یہ ستائیس (۲۷) صحابہ کرام سے مروی ہے لیکن اکثر مقلدین احناف تین ہی کے قائل ہیں اور ایک کو صحیح نہیں سمجھتے اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی رائے پر چلتے ہیں۔ان کے شیخ الحدیث انورشاہ کشمیری صاحب کئی سال تک ان حدیثوں کی توجیہ سوچتے رہے تھے۔جیسا کہ معارف السنن از یوسف بنوری باب الوتر میں ہے۔

۹: کتب حدیث میں کئی ایک احادیث اور آثار پائے جاتے ہیں جن سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ سبیلین کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے خون نکل آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔(صحیح بخاری: ۱/ ۲۹ کتاب الوضوء باب من لم یر الوضوء اِلَّا مِنَ المخرجین،صحیح ابن خزیمه: ۱/ ۲٤، سنن کبریٰ بیہقی: ۱/ ۱٤۱،سنن ابی داود: ۱/ ۲۹)

فتح الباری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف تھا کہ خون سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور انہوں نے لکھا ہے کہ اس باب "من لم یر الوضوء الا من المخرجین" میں امام بخاری نے حنفیہ کا ردّ کرنا چاہا ہے کیونکہ وہ بہنے والے خون سے وضوء ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

تابعین میں سے طاؤس بن کیسان، ابوجعفر محمد باقر، اعمش، حسن بصری بلکہ مدینہ کے سات بڑے فقہاء نیز امام مالک اور شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔(فتح الباری، ج:۱،ص:۲۸۲)

لیکن فقہ حنفی میں بعض اماموں کی رائے کے مطابق لکھا ہوا ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(ہدایہ اولین :۱/۲۳)

۱۰: صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورت کا جنازہ پڑھانے کے لیے اس کے وسط میں کھڑے ہوئے اور ابوداود اور ترمذی وغیرہ میں مرد کے سر کے سامنے کھڑے ہونے کا ذکر ہے۔ حدیث کی روشنی میں مرد اور عورت کے جنازے میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ میں فرق ہے جبکہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کے متن میں لکھا ہوا ہے:

"یقوم الذي یصلی علی الرجل والمرأة بحذاء الصدر."

''مرد اور عوت کا جنازہ پڑھانے والا امام ان کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو۔''

۱۱: امام مالک اور امام ابوحنیفہ سجدۂ شکر کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (دیکھئے لمعات شرح مشکوٰۃ از عبدالحق دهلوی حنفی، نیز حاشیہ حنفی مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ باب فی سجود الشکر)

حالانکہ کتبِ احادیث میں سجدہ شکر کی کثیر احادیث پائی جاتی ہیں۔مشکوٰۃ میں تو سجدہ شکر کا ایک مستقل باب ہی موجود ہے۔(دیکھئے صحیح بخاری درسی: ۲/ ۶۳۶،سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر ۱۳۹۴)

⑫ امام شافعی کو مرد کے لیے مُعَصفَر (کُسم یعنی ایک قسم کے سرخ پھول سے رنگا ہوا کپڑا) پہننے کی ممانعت کی صحیح حدیث معلوم نہ ہو سکی تھی۔

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں نقل کیا ہے کہ امام شافعی نے کُسم سے رنگا ہوا کپڑا جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ میں نے یہ کپڑا پہننے کی اس لیے رخصت دی ہے کہ مجھے اس کی ممانعت میں کوئی حدیث نبوی نہیں ملی۔ ہاں البتہ علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ملی ہے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی ممانعت میں کئی احادیث آئی ہیں جن میں اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ممانعت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ پھر انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ والی حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے عصفر (کُسم) سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دیکھ لیے تو فرمایا یہ کافروں کے لباس میں سے ہیں لہٰذا تو انہیں نہ پہن۔ انہوں نے کہا میں انہیں دھو لوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ انہیں جلادے۔ (صحیح مسلم درسی، ج:۲/۱۹۳ کتاب اللباس باب النهی عن لبس الثوب المعصفر)

اس کی ممانعت کے متعلق احادیث ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں اگر یہ احادیث امام شافعی کو پہنچ جاتیں تو ان شاء اللہ وہ ان کے ضرور قائل ہوجاتے کیونکہ انہوں نے خود فرمایا ہے:

"إذا صح الحديث خلاف قولي فاعملوا بالحديث ودعوا قولي." (شرح صحیح مسلم از امام نووی، ۲/۱۹۳)

''جب میرے کسی قول کے خلاف کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو میرے قول کو ترک کردیا کرو اور حدیث پر عمل کر لیا کرو۔''

۱۳: ظہر کی نماز کے وقت کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی رائے یہ تھی کہ وہ دومثل تک رہتا ہے یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دومثل ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوکر عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور ان کے مقلدین میں سے عام لوگوں نے بھی یہی رائے اختیار کی ہوئی ہے۔ حالانکہ عام فقہاء محدثین اور ابو یوسف اور محمد شیبانی کا موقف حدیثِ نبوی کے مطابق یہ ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک رہتا ہے۔ یعنی جب ہر شے کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور صحیح مسلم، ج:۱ص: ۲۲۳ وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔

احناف کے علامہ ظہیرالدین شوق نیموی حنفی نے اثار السنن میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ:

"إني لم اجد حديثا صريحا صحيحا أو ضعيفا يدل على أن وقت الظهر إلى أن يصير الظل مثليه." (اٰثار السنن، ص: ۵۳)

''بے شک میں نے کوئی بھی صحیح صریح یا ضعیف حدیث ایسی نہیں پائی جس میں اس بات کی دلیل ہو کہ ظہر کی نماز کا وقت کسی بھی چیز کے سائے کے دومثل ہونے تک رہتا ہے۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے بھی اپنی تفسیر مظہری میں کہا ہے:

"أما آخر وقت الظهر فلم يوجد في حديث صحيح ولا ضعيف أنه يبقى بعد مصير ظل كل شيء مثليه." (دیکھئے ابکار المِنَن فی تنقید اٰثار السنن، ص: ۷۷)

''ظہر کا آخر وقت ہر شے کے سائے کے دومثل ہونے تک باقی رہنے پر نہ کوئی صحیح حدیث پائی گی ہے اور نہ ہی ضعیف۔''

انھوں نے اس کے بعد کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے اس کے بارے میں دو قول ہیں، یعنی ایک قول ان کا حدیث اور جمہور کے قول کے مطابق بھی ہے۔ (ابکار المنن فی تنقید اثار السنن، ص:۷۷)

میں کہتا ہوں کہ دور حاضر کے مقلدین نے صحیح حدیث کو بھی نہ چھوڑا جمہور فقہاء کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور نہ ہی اپنے امام کے حدیث کے مطابق قول کو اختیار کیا۔

۱۴: امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق کی رائے یہ تھی کہ کنواری بالغہ کا نکاح اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر کردے تو فسخ نہیں ہو سکتا خواہ وہ راضی ہو خواہ ناراض، جیسا کہ امام ترمذی نے ان کا

قول نقل کیا ہے۔(ابواب النکاح باب ماجاء فی استیمار البکر والثیّب ، جامع ترمذی:٢١٠)

حالانکہ ان کی یہ رائے بخاری وغیرہ کی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

١۵: امام شافعی سخت گرمی کے موسم میں بھی ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرنے کے استحباب کے قائل نہ تھے جبکہ حدیث میں اس کا واضح ذکر ہے۔(جامع ترمذی،ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی تأخیر الظہر فی شدّۃ الحر)اور امام ترمذی نے حدیث کی پیروی کو"اولیٰ" و "اشبہ" کہا ہے۔

١٦: امام مالک،شافعی اور ابوحنیفہ وغیرہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضوء کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ پہلے کیے ہوئے وضوء کو کافی سمجھتے تھے۔

حالانکہ اس کے بارے میں عام حدیث کی کتابوں میں حدیث پائی جاتی ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضوء کرکے نماز پڑھی جائے یعنی اگر پہلے وضوء کیا ہو پھر اونٹ کا گوشت کھالیا ہو تو نماز کے لیے دوبارہ وضوء کرنے کی ضرورت ہے آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔(صحیح مسلم کتاب الحیض باب الوضوء من لحوم الإبل ، نیز دیکھئے سنن کبریٰ بیہقی:١/١۵٩)

امام احمد اور اسحاق اور عام فقہاء حدیث اسی طرف گئے ہیں کہ اس کے بعد وضوء کرنا ہوگا پھر نماز پڑھنی ہوگی۔

١٧: خرصِ تمر کے متعلق امام ابوحنیفہ کی رائے حدیث نبوی کے منافی ہے۔خرصِ تمر میں وارد حدیث،حدیث کی کتابوں مثلاً ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ،سنن کبری،بیہقی ١٢١/٤ وغیرہ میں عام پائی جاتی ہے لیکن امام ابوحنیفہ،شعبی ،سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ خَرص جائز نہیں ہے۔(دیکھئے کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ:١/۵١٠ نیل الاوطار: ١٠٢/٣ سبل السلام: ٨١٨/٢ حدیث نمبر ۵٧٨۔ عمدۃ القاری ٦٨١٩۔ انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ جلد ٦ ص ١٤٨)

(خرص تمر سے مراد زکوٰۃ دینے کے لیے کھجوروں کا درختوں پر تخمینہ واندازہ کرنا کہ وہ کتنی مقدار میں ہوں گی یعنی ان میں مٹھاس پیدا ہو جائے تو سارے پھل پر ایک نظر دوڑانا پھر اس کا اندازہ لگانا کہ جب یہ سارا پھل خشک ہو جائے تو کتنا رہ جائے گا پھر اندازہ لگائی ہوئی مقدار سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی چھوڑ کر باقی سے زکوٰۃ وصول کرنا۔)

اب یہ ان کی اپنی رائے ہے حدیث کے مقابلہ میں ان کی رائے کی تقلید نہیں کی جائے گی۔

١٨: نماز میں قدم سے قدم ملانے کے مسئلہ میں احناف کے بعض شارحین نے حدیث نبوی کے خلاف رائے قائم کی ہے۔حدیث میں تسویۃ الصفوف (صفیں برابر کرنے) کا حکم ہے، تراصّ (ایک دوسرے سے جڑ کر کھڑا ہونا) اور سدِّ خلل (صف میں جو خالی جگہ رہ جائے اسے پُر کرنے) کا بھی حکم ہے۔اور نعمان بن بشیر اور انس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ روایت میں قدم کے ساتھ قدم ملا کر کھڑے ہونے کا بھی ذکر ہے۔انس رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے اپنے ایک ساتھی یعنی (صحابی) کو دیکھا کہ وہ اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم کے ساتھ ملایا کرتا تھا اور اگر (اس دور) میں تو کسی کے کندھے اور قدم کے ساتھ اپنا کندھا اور قدم ملانے لگے تو تو اسے سرکش خچر کی طرح بدکتا ہوا دیکھے گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ،٣۵٤٤ تحقیق محمد عوامہ ١٣٠ باب ما قالوا فی اقامۃ الصّف، فتح الباری،عمدۃ القاری شرح باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم من کتاب الأذان)

تقریباً متقدمین ائمہ مثلاً مالک،شافعی ،احمد اور ابوحنیفہ وغیرہم کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہی ہے۔ابوحنیفہ کا قول کتاب الآثار از امام محمد باب تسویۃ الصفوف میں موجود ہے ،لیکن متأخرین احناف مثلاً انور شاہ کشمیری،شیخ زکریا سہارنپوری اور صاحب تفہیم البخاری وغیرہ نے اس میں وارد صریح حدیث کے خلاف اپنی رائے دی ہے۔(دیکھئے فیض الباری:٢٣٦/٢، تفہیم البخاری ، ج:١،ص:٣٧٠ از ظہور الٰہی اعظمی دیوبندی)

نہایت افسوس کی بات ہے کہ جناب اعظمی صاحب نے بخاری کی روایت کو رد کرنے کے لیے امین اوکاڑوی کا قول پیش کیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ اوکاڑوی احادیث نبویہ کی کھل کر تردید کیا کرتا تھا۔اور مذاق اڑایا کرتا تھا۔

اب تقریباً تمام احناف اسی کی رائے پر چلتے ہیں نماز میں پاؤں کے ساتھ پاؤں کوئی بھی نہیں ملاتا، بلکہ ملانے والوں کو برا جانتے ہیں۔

۱۹: امام الائمہ امام ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ نماز کی تیسری رکعت کے شروع میں رفع الیدین کرنا اگرچہ امام شافعی نے ذکر نہیں کیا لیکن پھر بھی سنت ہے کیونکہ اس میں وارد حدیث کی سند صحیح ہے اور امام شافعی نے خود کہا ہے سنت کے قائل ہو جایا کرو اور میرے قول کو چھوڑ دیا کرو۔ (فتح الباری:۱۸۲/۲، تحت کتاب الاذان باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین، حدیث نمبر ۷۳۹)

۲۰: امام بیہقی اپنی مشہور کتاب معرفۃ السنن والآثار میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے عورتوں کا عیدین کی نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ کی طرف نکلنے کے متعلق حدیث روایت کرنے کے بعد کہا ہے اگر یہ حدیث ثابت ہو تو میں اس کا قائل ہو جاؤں گا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ بلا شبہ یہ حدیث ثابت ہو چکی ہے یعنی ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہے۔اب شافعیوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے قائل ہو جائیں (فتح الباری:۵۹۷/۲ تحت کتاب العیدین، باب، اعتزال الحُیّض المصلّی، حدیث، ۹۸۱)

۲۱: صحیح بخاری وغیرہ میں احرام باندھنے سے قبل شرط لگانے کے متعلق حضرت قضاعہ رضی اللہ عنہا کی واضح حدیث موجود ہے اس پر امام بخاری نے کتاب المحصر میں باب الاحصار فی الحج قائم کیا ہے۔حضرت عثمان، علی، عمار، عبد اللہ بن مسعود، عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی اس کو درست سمجھتے ہیں۔ان کا قول حدیث کے مطابق ہے۔ جبکہ عبد اللہ بن عمر کا قول اس حدیث کے مطابق نہیں تھا۔امام بیہقی فرماتے ہیں:

”لـو بلغ ابن عمر حديث ضباعة في الاشتراط لقال به .“

”اگر حج میں شرط لگانے کے متعلق ضباعہ کی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر کو پہنچ جاتی تو وہ ضرور اس کے قائل ہو جاتے۔“ (اور حنفیہ اور مالکیہ کا قول بھی ضباعہ کی اس حدیث کے خلاف ہے)

اور امام شافعی کے متعلق امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو میں اس کو ترک کر کے کبھی بھی دوسری رائے اختیار نہ کرتا کیونکہ میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہونے والی حدیث کی مخالفت کرنا حلال نہیں ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قد ثبت هذا الحديث من اوجه عن النبی ﷺ“

”بلاشبہ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ نبی ﷺ سے ثابت ہو چکی ہے“

حافظ ابن حجر عسقلانی یہ ساری بحث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ بھی ان جگہوں میں سے ایک ہے جن میں امام شافعی نے اپنا قائل ہونا حدیث کی صحت کے ساتھ معلق ومشروط کیا ہے۔اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس سلسلہ میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس میں وہ تمام احادیث جمع کی ہیں جن کے متعلق امام شافعی نے کہا تھا کہ یہ احادیث صحیح وثابت ہوں تو میں ان کا قائل ہو جاؤں گا۔ میں نے ان کی تحقیق بھی کی ہے۔ (دیکھئے فتح الباری: ۱۰/۴۔ اقدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، تحت کتاب المحصر باب الاحصار شرح حدیث: ۱۸۱۰)

یہ اکیس مثالیں بطور نمونہ ذکر کی گئی ہیں ورنہ مروجہ فقہ کی کتابوں میں سینکڑوں ایسے آراء موجود ہیں جو صریح احادیث نبویہ کے خلاف ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے اس سلسلہ میں ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔پھر افسوس کی بات یہ ہے کہ مقلدین حضرات فقہ کے آرائی

مسائل پر عمل کرنے کے لیے عام لوگوں کو مجبور کرتے رہتے ہیں اور تقلید امام کو واجب کہتے ہیں۔

حالانکہ کسی ایک معیّن امام کی تقلید کا پابند رہ کر تمام احادیث نبویہ کے مطابق نہ ہی عقیدہ بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جا سکتا ہے۔اس لیے کہ ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد) میں سے ہر ایک امام سے کئی احادیث مخفی رہ گئی تھیں یا ان کی صحت ان پر مخفی رہ گئی تھی۔ لہٰذا ہر شخص بالخصوص مدارس کے طلبہ جو کتبِ حدیث پڑھتے ہیں ان کے لیے تو بہت ضروری ہے کہ وہ حق کی تلاش میں رہیں کسی بھی امام کی جو رائے کسی قرآنی یا حدیثی نص کے خلاف ہو اسے اپنا مذہب ہرگز نہ بنائیں۔نص کو ہی اپنا مذہب بنائیں اسی میں نجات ہے۔

اگر ان مقلدین کا کوئی فرد احادیث نبویہ پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان آراء پر عمل نہیں کروں گا یا میں ان کو صحیح نہیں سمجھتا، احادیث نبویہ ہی قابلِ عمل ہیں انہی پر عمل کرنے میں نجات ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحجرات: ۷]

تو یہ متعصّب مقلدین اس شخص سے بے حد دشمنی رکھتے ہیں۔

اگر ان کا کوئی بچہ بالغ ہونے کے بعد یہ کہہ دے کہ میں حدیث نبوی پر ہی عمل کروں گا، مروجہ فقہ کے آرائی مسائل پر میں عمل نہیں کروں گا بالخصوص وہ ایک متواتر سنت یعنی رکوع کے وقت رفع الیدین ہی شروع کردے تو مقلدین کے ہاتھوں اسے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، اسے گھر سے باہر نکالنے کی، اس سے قطع تعلقی کی بلکہ جائیداد سے عاق قرار دینے کی دھمکی دی جاتی ہے، اس کا اپنے ہم مذہب کسی بچی سے نکاح تک نہیں کرتے، اسے زہر تک پلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔جیسا کہ پاک پتن میں عبدالغفور نامی ایک شخص کے بھائی نے اسے زہر پلایا تھا نیز مانسہرہ میں علاقہ گلیات کے ایک گاؤں باگن میں قاری محمد یعقوب حفظہ اللہ کے والدگرامی عبدالقیوم صاحب کو زہر پلایا گیا اور جادو کر دیا گیا تھا کیونکہ اس نے نماز میں مسنون رفع الیدین کرنا شروع کیا تھا۔گویا مقلدین کے نزدیک حدیث نبوی پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک

الغرض اہل حدیث وسنت اور اہل تقلید کے درمیان یہ معرکہ آرائی ہمارے اس دور تک جاری وساری رہی۔ دونوں طرف سے بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے جا چکے ہیں اور لکھے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی لکھے جاتے رہیں گے، اہلِ حدیث وسنت عمل بالحدیث النبوی یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی دعوت پر زور دیتے ہیں۔جبکہ اہلِ تقلید احادیث نبویہ کو پسِ پشت ڈال کر اپنے اپنے اماموں کے آراء وقیاسات کی طرف دعوت پر اپنا سارا زور صَرف کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔حالانکہ ان کی کتابوں میں ہی ان کے اماموں کے اقوال موجود ہیں کہ حدیث نبوی کے مقابلہ میں ہمارا قول ترک کر دو۔ اور صحابہ کرام بھی حدیث نبوی کے مل جانے کے وقت آراء کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

مجموعی لحاظ سے تابعین کے اندر بھی یہی طریقہ تھا اور محدثینِ کرام جنہوں نے حدیث کی کتابیں لکھی ہیں وہ سب اسی طریقہ پر تھے حتی کہ مقلدین احناف کے ایک بہت بڑے امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی کتبِ حدیث میں کئی ایک مقامات پر امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔

ایک دفعہ امام طحاوی نے کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف فتویٰ دیا تو فقیہ ابوعبید حربویہ نے ان سے کہا کہ یہ ابوحنیفہ کا قول نہیں ہے جو تم نے اختیار کیا ہے تو امام طحاوی نے اسے جواب دیا تھا کہ:

”أيها القاضي! أو كل ما قاله أبو حنيفة أقول به.“

”اے قاضی! کیا جو بھی ابوحنیفہ نے کہا ہے میں اس کا قائل ہو جاؤں؟“

ابوعبید نے کہا:

”ما ظننتك إلا مقلدا.“

’’میں نے تو تجھے مقلد ہی سمجھا تھا۔‘‘
امام طحاوی نے جواب دیا:
"وهل يقلد إلا عصبي"
’’تقلید تو صرف متعصّب ہی کرتا ہے۔‘‘ (یعنی میں متعصب نہیں ہوں)
ابوعبید نے کہا: یا پھر غبی شخص تقلید کرتا ہے۔
یہ بات مصر میں عام پھیل گئی تھی حتی کہ لوگوں کی زبانوں پر عام جاری ہوگئی تھی۔(لسان المیزان، ترجمہ ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی)
اسی طرح امام ابوحنیفہ کے شاگردوں مثلاً امام محمد اور ابو یوسف نے بے شمار مسائل میں اپنے شیخ ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔ ھدایہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ چیز کوئی مخفی نہیں ہے۔
امام محمد رحمہ اللہ نے کھل کر تقلید شخصی کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:
"لو جاز التقليد كان من مضى من قبل أبي حنيفة مثل الحسن البصري وإبراهيم النخعي؛ أحرى ان يقلدوا."
’’اگر تقلید جائز ہوتی تو جو ابوحنیفہ سے پہلے فقہاء ہوئے ہیں وہ تقلید کئے جانے کے زیادہ لائق ہونے تھے جیسا کہ حسن بصری اور ابراہیم نخعی ہیں۔‘‘
(المبسوط للسرخسي، ج: ١٢، ص: ٢٨)
اصل بات یہی ہے کہ قرآن اور حدیث کو ہر شخص کی بات سے مقدم رکھا جائے اور یہی اہل حدیث وسنت کی دعوت رہی ہے اور اب تک ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ان شاء اللہ۔
میں کہتا ہوں اگر دنیا میں اہل حدیث نہ ہوتے تو اہلِ تقلید نے رسول اللہ ﷺ کی صحیح سنتوں کو عوام تک نہیں پہنچنے دینا تھا۔عوام نے قرآن وحدیث والے دین وطریقے سے ناآشنا ہی رہنا تھا جیسا کہ امیرالمومنین فی الحدیث امام بخاری کے شیخ علی بن مدینی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ:
"لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق."
’’میری امت سے ایک جماعت حق پر گامزن رہے گی۔‘‘
اس جماعت سے مراد اہل الحدیث ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کا خیال رکھتے ہیں اور آپ کے علم (حدیث) کا دفاع بھی کرتے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو اہل بدعت مثلا معتزلہ، رافضہ، جہمیہ، مرجئہ اور اہل رائے نے عام لوگوں کو خراب کر دینا تھا۔
(الاحتجاج بالسنة للسيوطي، ص١١٩)
خطیب بغدادی نے شرف اصحاب الحدیث میں کہا ہے کہ علی بن مدینی نے کہا ہے کہ اگر اہل حدیث نہ ہوتے تو لوگوں کو اہل بدعت کے مذکورہ فرقوں سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت معلوم نہ ہوتی۔
امام ابن قتیبہ فرماتے ہیں:
’’اہل حدیث نے اصلی جگہ (یعنی قرآن وحدیث) ہی سے حق تلاش کیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن کی پیروی کر کے ہی اللہ کا تقرب حاصل کیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور حدیثوں کو خشکی، سمندر اور مشرق ومغرب سے تلاش کیا، انہوں نے اس کی خاطر بڑے لمبے لمبے سفر کئے۔احادیث کی تحقیق کی۔حتی کہ انہوں نے صحیح وضعیف اور ناسخ ومنسوخ معلوم کیا اور جن فقہاء نے کسی مسئلہ میں رائے پر عمل کیا تھا اور ان کی رائے حدیث کے خلاف تھی اس کا بھی پتا لگایا، اور لوگوں کو خبردار کیا تاکہ وہ رائے پر عمل کرنے سے بچ جائیں اور حدیث پر عمل کر لیں، ان کی کوششوں سے حق مٹنے سے بچ گیا اور روشن وبلند ہو گیا اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر عمل کرنے کے مواقع میسر ہوگئے۔اور غافل وبے خبر بھی متنبّہ ہوگئے اور جو اماموں کے قولوں کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے وہ خالص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق فیصلے کرنے لگے۔‘‘
(مختلف الحدیث، ص:۷۳،۷۴)
مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں کہ جو کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے گا اور وہ فقہ واصول کے سمندروں کی گہرائی میں پہنچ جائے گا اور

ظلم وزیادتی سے دوررہ کرغوروخوض کرے گا وہ یقیناً جان لے گا کہ فروعی واصولی مسائل (جن میں علماء نے اختلاف کیا ہے ان) میں محدثین کرام کا مذہب ہی سب مذاہب سے زیادہ قوی ہے اور میں بھی جب کسی مسئلہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں تو محدثین کا قول ہی انصاف کے زیادہ قریب پاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ محدثین کی قدر کرے اوران کا بھلا کرے کیونکہ یہی لوگ رسول اللہ ﷺ کے سچے وارث ہیں اور شریعت کے سچے نائب ہیں اوروہ ہمیں انہی کے زمرہ میں اٹھائے اور ہمیں ان کی محبت اور سیرت پرفوت کرے۔(امام الکلام،ص: ۲۱۶ دیکھئے مسلک احناف اور مولانا عبدالحی لکھنوی از محدث عصر علامہ ارشادالحق اثری حفظہ اللہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے جس معصوم رسول کی پیروی اور بات ماننا ہم پرفرض کیا ہے اس کی کوئی حدیث درست سند کے ساتھ اگر ہمیں پہنچ جائے اوروہ حدیث (امام) کے مذہب کے خلاف دلیل ہواوراگر ہم حدیث رسول کو چھوڑ کر امام صاحب کے تخمینے پرعمل کرلیں تو ہم سے بڑا ظالم بھی کوئی ہوگا؟اوراس دن ہمارا کیا عذر ہوگا جبکہ سب لوگ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے۔'' (حجۃ اللہ:۱/۱۵۶)

فقہاء حنفیہ میں سے فقیہ عصام بن یوسف (جو کہ امام ابو یوسف کے شاگرد تھے) نے امام ابوحنیفہ کی رائے ترک کرکے نماز میں رکوع والا رفع الیدین شروع کردیا تھا کیونکہ انہیں رفع الیدین کی صحیح احادیث مل گئی تھیں۔(دیکھئے الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ از عبدالحی لکھنوی،ص ۱۱۶)

اہل حدیث وسنت کی دعوت قرآن وحدیث کی ہی دعوت رہی ہے اس سلسلہ میں الحمدللہ حدیث کی کتابیں شاہدِ عدل ہیں اوران کے علاوہ بے شمار عربی اوراردو کتابیں پائی جاتی ہیں جو کہ اہلِ حدیث کے کبارعلماء محققین نے مروجہ تقلید کی مذمت اورحدیث نبوی کی حمایت واتباع میں لکھی ہیں،مثلاً:

۱۔بدعۃ التعصب المذھبی از:محمد عید عباسی۔۲۔ھل المسلم مُلزَم باتباع مذھب معین للمعصومی۔۳۔الارشاد الی سبیل الرشاد محمد شاہجہان پوری۔۴۔تنقید سدید ازشاہ بدیع الدین الراشدی۔۵۔معیارالحق ازسیدنذیرحسین محدث دہلوی۔ ۶۔حقیقۃ التقلید ازمفتی ابومحمد امین اللہ پشاوری۔۷۔تحفہ حنفیہ از مولاناداود ارشد۔ ۸۔حدیث اور اہل تقلید از مولانا داود ارشد۔ ۹۔ اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات ازوکیل سلفیت علامہ محمد رئیس ندوی۔۱۰۔مجموعہ مقالات حنفیہ پرسلفی تحقیقی جائزہ (یہ اہل تقلید کی ۲۹ کتابوں کا جواب ہے) ازوکیل سلفیت علامہ محمد رئیس ندوی۔ ۱۱۔ضمیر کا بحران ازوکیل سلفیت علامہ محمد رئیس ندوی۔۱۲۔سلفیت کا تعارف اوراس کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ از مولانا رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری۔۱۳۔احناف کی چند کتب پرایک نظر از مولانا عبدالرؤف بن عبدالحنان۔۱۴۔تقلید ائمہ کی عدالت میں از مولانا یحیٰی گوندلوی۔ ۱۵۔کیا تقلید واجب ہے؟ از حافظ عبدالمنان نورپوری۔۱۶۔تاریخ اہل الحدیث ازمولانا احمد اللہ دہلوی۔ ۱۷۔صراط مستقیم اور اختلاف امت از مولانا صغیر احمد۔ ۱۸۔ اختلاف فقہاء کے حقیقی ومصنوعی عوامل ازمحدث عصر ارشادالحق اثری۔ ۱۹۔تحفۃ الانام بالعمل بحدیث خیرالانام ازمحمد حیات سندھی۔۲۰۔کیا فقہ حنفی اسلام کی صحیح تعبیر ہے؟ از مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ ۲۱۔ اعلام الموقعین از حافظ ابن القیم۔ ۲۲۔ ایقاظ ھمم اولی الأبصار للعلامۃ الفلانی۔۲۳۔تحفہ احناف ازمولانا یحیٰی عارفی۔۲۴۔الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین ازمحمد ابوالحسن سیالکوٹی صاحبِ فیض الباری ترجمہ فتح الباری۔ ۲۵۔تقلید اورعلماء دیوبند از حافظ عبداللہ روپڑی۔ ۲۶۔ رسالہ عمل بالحدیث ازمولانا ولایت علی صادق پوری۔

اوراس کے علاوہ اور بہت سی اچھی اچھی کتب ہیں۔ اگر کوئی متعصب مقلد ان کتابوں کا مطالعہ کر لے تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور دل منور ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ! باقی ہدایت تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

سیرت وسوانح

قسط نمبر ۴

مولانا سلطان محمود محدث افغانی رحمہ اللہ

علم وعرفان اور حق وصداقت کا استعارہ

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

مولانا سلطان محمود ملتانی کے تلامذہ

ا۔مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی:

مولانا شرف الدین صوبہ پنجاب کے ضلع گجرات میں ۱۸۷۸ءکو پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق راجپوت برادری سے تھا۔ جب آپ عمر کے چھٹے سال کو پہنچے تو والد محترم کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ آپ کی خالہ آپ کو شاہ پور ضلع سرگودھا لے آئیں۔ ابتدائی تعلیم موصوف نے شاہ پور سے حاصل کی۔ شروع ہی سے مولانا ممدوح کو تعلیم وتعلّم سے کافی شغف تھا، چنانچہ حصولِ علم کے لیے دور دراز کا طویل سفر طے کرکے ملتان تشریف لائے۔ ان دنوں بلدۂ ملتان میں داعی کتاب وسنت مولانا سلطان محمود محدث ملتانی اور ان کے فرزند گرامی قدر مولانا عبدالحق محدث ملتانی مسند علمی پر جلوۂ افروز تھے۔ جامع مسجد اہل حدیث محلّہ قالین بافان اندرون حسین آ گاہی علم وتحقیق کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ طالبانِ علوم نبوت دور دراز کے علاقوں سے آ کر مولانا محمود اور مولانا عبدالحق کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کررہے تھے۔ مولانا شرف الدین بھی ان خوش قسمت تلامذہ میں سے ہیں جنھوں نے ان عالی قدر باپ اور بیٹے سے خوب استفادہ کیا۔ مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ المتین نے مولانا سلطان محمود ملتانی سے ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین کے آخری اجزاء پڑھے اور مولانا عبدالحق ملتانی سے شرح تہذیب اور شرح جامی کا درس لیا۔

ان دنوں ملتان کے قریب شجاع آباد بستی خلیل والا میں مولانا بشیر احمد سہسوانی کے تلمیذ رشید مولانا خلیل الرحمٰن فیروز پوری کے علمی چرچے تھے۔ مولانا خلیل الرحمٰن فیروز پوری کا اصل وطن ضلع فیروز پور کا ایک گاؤں ''اگولی بھٹیاں'' تھا۔ موصوف راجپوت بھٹی فیملی کے چشم وچراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے ''لکھوکے'' میں مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی۔ استاذ گرامی مولانا محمد بن عبداللہ شجاع آبادی کے مطابق، مولانا خلیل الرحمٰن مولانا میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے۔

غرض مولانا شرف الدین رحمہ اللہ مولانا فیروز پوری رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضری دی ہیں اور ان سے درسیات کی معروف ومتداول کتب مثلاً مشکوٰۃ شریف، جامع البیان، قطبی، میر قطبی، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، نور الانوار اور شرح ہدایۃ الحکمۃ کا درس لیا۔ بعد ازیں دوبارہ مولانا عبدالحق محدث ملتانی کی خدمت میں پیش ہوکر ان سے صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی اور دیگر علوم وفنون کی چند کتب سبقاً سبقاً پڑھیں۔

خطہ ملتان کے ان معروف شیوخ کے علمی فیوض وبرکات سے دامن بھر کے مولانا موصوف مرکز علم وادب بلدۂ دہلی کا قصد کرتے ہیں۔ مولانا نے وہاں جن جلیل القدر اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، ان میں مولانا محمد بشیر سہسوانی، حافظ عبداللہ بیگ، مولانا حکیم محمد ابراہیم سنبھلی، مولانا ڈپٹی نذیر احمد، مولانا عبدالرشید خاں، مولانا حافظ عبدالوہاب ضریر اور مولانا منفعت علی علیہم رحمۃ اللہ قابل ذکر ہیں۔ قیامِ دہلی کے دوران ہی مولانا شرف الدین رحمہ اللہ شیخ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کتب حدیث کا استفادہ کرکے اجازۂ حدیث سے مشرف ہوئے جس کی وضاحت مولانا محمد اسرائیل سلفی ندوی ہندی نے اپنی

تاریخی کتاب ''تاریخ میوات'' میں کی ہے۔مولانا اسرائیل سلفی کے مطابق مولانا شرف الدین نے ان کے شیخ مولانا عبدالحکیم جیوری کے ساتھ مل کر شیخ الکل مولانا سیّد نذیر حسین دہلوی سے آخری عمر میں اجازۂ حدیث حاصل کیا۔اس سے مولانا شرف الدین اور مولانا نذیر حسین دہلوی کے درمیان سلسلۂ تلمذ ثابت ہوا اور عدمِ سماع اور عدمِ اجازۂ حدیث کا شک وشبہ زائل ہوگیا۔

حضرت میاں صاحب کے علاوہ آپ نے محدث زماں، بحر العلوم، منبع علم وعرفان مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی سے خوب استفادہ کیا اور محدث وقت شیخ حسین یمنی سے اجازۂ حدیث حاصل کیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد مولانا موصوف نے دہلی میں ہی مستقل اقامت اختیار کرلی اور وہیں آپ کی شادی مولانا عبدالغفور کی دختر سے ہوئی۔ تدریس کا آغاز ضلع علی گڑھ کے ایک قصبے ''دتاؤلی'' میں کیا۔کچھ عرصہ دہلی کے مدرسہ ریاض العلوم میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

بعدازاں ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۱ء کو دہلی کے پھاٹک حبش خاں میں اپنا مدرسہ بنام ''مدرسہ سعیدیہ عربیہ'' جاری کیا۔وہاں قیامِ پاکستان تک آپ تدریسی امور میں مشغول رہے۔بے شمار اصحابِ علم وفضل نے آپ سے کسب فیض کیا۔قیام پاکستان کے بعد مولانا موصوف نے تاندلیانوالہ، ملتان، خانیوال اور کراچی میں سلسلۂ تدریس جاری کیا۔ مولانا ممدوح کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔آپ کے تلامذہ میں مولانا عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی، مولانا حافظ عبداللہ بھوجیانی، مولانا سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا سیّد بدیع الدین شاہ محدث راشدی، مولانا عبدالعزیز سعیدی، مولانا علی محمد سعیدی، مولانا شمس الحق افغانی ثم ملتانی، مولانا قاضی اسلم سیف اور مولانا محمد بن عبداللہ شجاع آبادی قابل ذکر ہیں۔درس وتدریس کے علاوہ مولانا شرف الدین تصنیف وتالیف میں بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔آپ کے اشہب قلم سے کئی علمی وتحقیقی کتب منظر عام پر آئیں۔ان میں چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ تنقیح الرواۃ في تخریج احادیث المشکوٰۃ :اس کا ابتدائی حصہ مولانا سیّد احمد حسن دہلوی نے تحریر کیا تھا، کتاب الزکوٰۃ سے آخر تک مولانا شرف الدین دہلوی نے اس کی تکمیل فرمائی۔اس میں احادیث مشکوٰۃ کی تخریج اور مختصر تعلیقات ہیں۔مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے کمال مہربانی سے اس کتاب کو محفوظ کیا اور اپنے مکتبہ سلفیہ سے اسے بڑے سائز میں دو جلدوں میں طبع کروایا۔ فجزاه الله خير الجزاء

۲۔ تخریج الآیات الواردة فی صحیح البخاری: صحیح بخاری میں وارد آیات کی تخریج وتدوین کی ہے۔

۳۔ شرح ابن ماجه: مولانا موصوف نے صرف چند اجزاء کی شرح لکھی ہے۔

٤۔ حاشیه نصب الرایة فی تخریج الهدایة .

٥۔ برهان العجاب فی فرضیة ام الکتاب: یہ مولانا محمد بشیر محدث سہسوانی کی فاتحہ خلف الامام کی فرضیت پر لاجواب وعمدہ تصنیف ہے۔مولانا شرف الدین نے اس کی اکثر عبارات کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

٦۔ برقِ اسلام: یہ کتاب دفاعِ حدیث پر مولانا شرف الدین نے اسلم جیراج پوری کی کتاب ''علم حدیث'' کے جواب میں لکھی۔

٧۔ خدا پرستی: یہ شخصیت پرستی نامی کتاب کا جواب ہے۔

٨۔ فتاویٰ ثنائیه: کے اکثر مقامات پر طویل حواشی لکھے اور بعض فتاویٰ کا اضافہ فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ مولانا موصوف نے مؤقر رسالہ ''الاعتصام'' لاہور میں حجیت حدیث پر کافی مضامین تحریر فرمائے۔اللہ تعالیٰ کسی رجل رشید کو ہمت دے کہ وہ ان مضامین کو الگ کرکے کتابی شکل میں شائع کردے تاکہ عام قارئین کرام اس سے استفادہ کرسکیں۔

مولانا شرف الدین، وسیع المطالعہ، کم گو، متواضع، سادہ مزاج شخصیت کے مالک تھے۔موصوف نے اپنی حیات مستعار کا اکثر حصہ تعلیم وتعلّم میں بسر کیا۔آخری ادوار کراچی میں گزارے اور وہیں پر ۲۱/جولائی ۱۹۶۱ء بمطابق ۷/صفر ۱۳۸۱ھ کو وفات پائی۔انا لله وانا اليه راجعون .

۲۔ مولانا عبدالعزیز چورہٹوی ڈیروی:

مولانا عبدالعزیز چورہٹوی ڈیروی ایسے عظیم مبلغ اسلام، بے باک مناظر، بلند پایہ محقق اور جید عالم دین کا شمار بھی مولانا سلطان محمود محدث ملتانی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ مولانا عبدالعزیز ڈیروی، ڈیرہ غازی خان بلاک چورہٹہ میں ۱۸۷۷ء کے پس وپیش مولانا حکیم غلام رسول ڈیروی کے ہاں پیدا ہوئے۔ موصوف بھٹہ خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ مولانا غلام رسول کے بیٹے تھے بڑے کا نام عبدالعزیز اور چھوٹے کا نام حکیم عبدالمجید تھا۔

اوّل الذکر ہمارے ممدوح مولانا عبدالعزیز (جن کا تذکرہ یہاں مقصود ہے) نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مقامی علمائے کرام سے حاصل کی۔ بعد ازاں ان کے والد گرامی نے اپنے لائق فرزند کو بلدۂ ملتان روانہ کیا۔ جہاں مولانا سلطان محمود محدث ملتانی اوران کے عالی قدر فرزند ارجمند مولانا عبدالحق محدث ملتانی طالبانِ علوم نبوت کی علمی پیاس بجھانے میں شب وروز ایک کیے ہوئے تھے۔ مولانا عبدالعزیز ڈیروی کافی عرصہ ان شیوخ کی خدمت میں رہ کران سے متداول درسی کتب کا باقاعدہ درس لیتے رہے۔

بعد ازاں دہلی کی طرف شد رحال کیا۔ دہلی میں داعی حق وصداقت مولانا عبدالوہاب محدث ملتانی ثم دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جو ان دنوں محلّہ کشن گنج میں قائم کردہ مدرسہ ''دارالکتاب والسنہ'' میں علم وعرفان کے جواہر بانٹ رہے تھے۔ مولانا عبدالعزیز نے ان سے تفسیر وحدیث اور دیگر علوم وفنون کی کتب پڑھیں۔ مولانا احمداللہ ندوی اور مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی ان کے ہم درس تھے۔ علاوہ ازیں مولانا ڈیروی نے مولانا احمد حسن دیوبندی کانپوری سے علم معقولات اور فلکیات ایسے علوم وفنون حاصل کیے۔

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب دہلی میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے نام سے ایک ملک گیر تبلیغی وتنظیمی ادارہ قائم ہوا تو مولانا ڈیروی اس ادارہ سے منسلک ہوگئے۔ انھوں نے تبلیغ دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے بطور واعظ ومبلغ متحدہ ہندوستان کے اکثر علاقوں مثلاً: دہلی، امرتسر، حیدر آباد، یوپی، کلکتہ، سہارن پور، انبالہ، کانپور، صوبہ بہار، صوبہ سندھ وغیرہ میں تقریباً پچیس سال بے لوث دین حنیف کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلند آواز، قوتِ استدلال اور پر وقار لہجے سے نوازا ہوا تھا۔ آپ کی تبلیغی مساعی جمیلہ کے اثرات ڈیرہ غازی خان، جلال پور، لودھراں اور مظفر گڑھ کے علاقوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ مولانا موصوف کی علمی وتبلیغی اور اصلاحی خدمات کے علاوہ تدریسی خدمات بھی قابل تحسین ہیں۔ آپ اپنے وقت کے عظیم مبلغ، لاجواب مناظر اور بہترین مدرس تھے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا ابوحفص عثمانی، مولانا الٰہی بخش وڈوری، مولانا محمد اسماعیل جھنگوی، حکیم عبدالجبار چوٹوی، حکیم نور احمد بھٹہ، میاں عبدالقادر بھٹہ، مولانا ملک حاجی محمد موسیٰ کھکھل (مولانا عبدالرحیم کلیم کے دادا محترم تھے) حاجی محمد حسن کھلول، حاجی محمد ابراہیم، مولانا عبدالقادر چھابری زیریں اور حاجی مانجھی کھول مندرانی قابل ذکر ہیں۔ مولانا عبدالعزیز ڈیروی حق گو مبلغ، بے باک مناظر اور نڈر عالم دین تھے۔ ان کی جرأت وبہادری کے واقعات زبان زد عام ہیں۔

مولانا عبدالرحیم الکریمی ڈیروی ان کی بہادری کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

> ''حاجی مانجھی کھول (مندرانی) نے والد گرامی (مولانا عبدالکریم ڈیروی) کو ایک مرتبہ بتایا کہ پیر قتال جو ڈیرہ غازی خان کا ایک اہم علاقہ ہے یہاں پر میلہ لگا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ اس میلہ میں شریک تھے۔ ہم بھی اس میلہ میں گئے ہوئے تھے اور میلہ کی گہما گہمی میں مست تھے۔ اچانک ایک عجیب منظر، جو دل تڑپا دینے والا تھا، دیکھا کہ لوگ ایک درویش منش عالم دین مولانا عبدالعزیز چورہٹوی کو پتھر مار رہے ہیں لیکن وہ آگے سے اپنی تبلیغ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا بلند آواز سے لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے فرما رہے تھے:
>
> لوگو! اللہ تعالیٰ کے دین پر آجاؤ، بے حیائی، فحاشی اور غنڈہ

گردی چھوڑ دو، بزرگوں کی قبروں پر بطور عبرت کے جاؤ، مگر شرک کے کاموں سے اجتناب کرو، اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور ہر قسم کی ضروریات مہیا کرنے والا صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی وحدہ لا شریک نے انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے وہ پوری دنیا کی زبانوں کو جانتا ہے، ہر ایک کے دل کے راز سے واقف ہے۔اسی کو پکارو، اسی کی جناب میں ہاتھ پھیلاؤ، اس کی عاجز، بے جان اور لاچار مخلوق کے درباروں پر جا کر ان سے مدد مت طلب کرو۔ایسا کرنا شرک ہے۔

حاجی ماجھی نے جب یہ منظر دیکھا تو بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے بھاگ کر مولانا کو ان ظالموں کے ظلم وستم سے بچایا۔'' (الاعتصام، جلد:۶۱، شمارہ:۳۱، ۱۳ جولائی ۲۰۰۹ء)

اس واقعہ سے متاثر ہو کر چار افراد نے مسلک اہل حدیث قبول کرنے کا اعلان کیا۔ان میں ایک حاجی ماجھی کھلول بھی شامل تھے۔ ان چاروں نے اس علاقے میں توحید وسنت کا بے حد پرچار کیا۔

مولانا عبدالعزیز ڈیروی کی بہادری وجانبازی کا ایک واقعہ استادِ محترم مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ان کے آبائی گاؤں کے قریب ہی پیر عادل کے مقبرے پر ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے، اس میں نشاط وطرب کی محفلیں بھی سجتی ہیں۔ایک ایسی ہی محفل میں ہزاروں افراد کے مجمع کے سامنے ایک رقاصہ محو رقص تھی۔مولانا عبدالعزیز کو پتا چلا تو آپ بے چین ہوگئے اور اس منکر وفحاشی کے خلاف زبان سے جہاد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔عین اس وقت جبکہ محفل رقص شباب پر تھی، مولانا ایک طرف سے نمودار ہوئے اور انتہائی خوش الحانی سے قرآن مقدس کی تلاوت شروع کر دی۔تمام مجمع دم بخود ہوگیا۔کلامِ الٰہی کی آواز پر سناٹا چھا گیا اور رقاصہ ساکت وجامد ہو کر رہ گئی۔مولانا موصوف نے کئی گھنٹے فسق وفجور کی قباحت اور اس کے مرتکب لوگوں کے لیے عذاب کے موضوع پر وعظ ونصیحت فرمائی۔مولانا نے ثابت فرمایا کہ فحاشی کے اطوار ختم کرنے کے لیے توبہ کے دروازے کھلے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ وعظ سے متاثر ہو کر لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں، ان کے دلوں میں خوفِ حق تعالیٰ اور فکر آخرت کی کسک پیدا ہوئی۔یوں واعظ نامدار نے حق تبلیغ ادا کیا۔''

(محدث جلال پوری، ص:۲۰۵)

مولانا عبدالعزیز نا صرف عظیم مبلغ تھے بلکہ آپ نامور مناظر بھی تھے۔آپ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرہما ایسے عظیم علمائے کرام کے ساتھ رہ کر بڑے معرکہ آرا مناظروں میں شرکت فرمائی۔

مولانا موصوف فن مناظرہ میں منجھے ہوئے عالم دین تھے۔آپ کے شیعہ، بریلوی اور دیو بندی مسلک کے علماء سے بعض اہم مسائل پر علمی مباحثے ومناظرے بہت معروف وزبان زدِ عام ہیں۔

بستی چورہٹہ میں ہندو آبادی بکثرت آباد تھی۔مولانا موصوف چونکہ ہندی زبان پر عبور رکھتے تھے اس لیے انھوں نے ہندوؤں کے ساتھ بھی ایک مناظرہ کیا تھا جس کا آج بھی اس علاقے میں خوب چرچا ہے۔استادِ محترم مولانا محمد رفیق اثری رقمطراز ہیں:

''مولانا کا ڈیرہ کے چوک چورہٹہ کے رہائشی ہندوؤں سے ''گائے کا ذبح کرنا اور اس کا گوشت خوردنی ہونا'' کے موضوع پر مباحثہ ہوا تھا۔مولانا موصوف نے ہندوؤں کی کتابوں سے اپنے نظریے کی وضاحت کی اور گائے ذبح ہونے اور اس کے گوشت کے خوردنی ہونے کو فطرتِ انسانی ثابت کیا۔مولانا نے واضح کیا کہ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندو بھی گائے کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ انھوں نے ہندوؤں کی معروف کتاب ''مہا بھارت'' سے ثابت کیا کہ گائے کا گوشت مہمانوں کی خاطر تواضع کے طور پر ویدوں کے دور میں استعمال ہوتا رہا۔ان کا مدمقابل ہندو

مناظران کے دلائل کا ردّ نہ کر سکا۔“

(محدث جلال پوری، ص: ۲۰۵)

مولانا عبدالعزیز کی تبلیغی واصلاحی اور تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیفی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے ایک حنفی عالم قاضی عبید اللہ ڈیروی نے ”فصل الخطاب“ نامی کتاب لکھی جس میں قاضی مذکور نے حدیث سوادِ اعظم، مسئلہ اجتہاد اور مسئلہ تقلید پر بے مہار قلم رواں کیا۔ ۲۰ر شعبان ۱۳۴۹ھ کو یہ کتاب جب مولانا موصوف تک پہنچی تو انھوں نے اس کتاب کا ترکی بہ ترکی جواب دیا جس کا نام انھوں نے ”السراج الوہاج فی اصلاح فصل الخطاب“ رکھا۔ اس کتاب میں مولانا ممدوح نے حدیث سوادِ اعظم، مسئلہ اجتہاد اور مسئلہ تقلید پر عالمانہ اور محققانہ بحث فرمائی۔ اسی طرح جب قاضی عبید اللہ حنیف نے ”العقاب“ نامی کتاب لکھی۔ اس میں انھوں نے مسئلہ فاتحہ خلف الامام کو موضوعِ سخن بنایا تو اس کے ردّ میں مولانا نے ”العتاب فی ردّ العقاب“ نامی کتاب لکھ کر قاضی کی کتاب کا کافی شافی جواب دیا۔ غرض مولانا موصوف کی تمام زندگی قرآن وسنت کی آبیاری میں گزری۔ حق وصداقت کا یہ علمبردار ۵۵ سال عمر پا کر ۱۹۳۲ء میں اس دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا ممدوح نے اپنے جانشینوں میں مولانا شاکر محمد ڈیروی ایسا جید عالم دین پیچھے چھوڑا۔

۳۔ مولانا ابوالفیض محمد فیض اللہ ملتانی:

مولانا فیض اللہ ملتانی، مولانا عبدالرشید صدیقی کے سگے ماموں تھے۔ انھیں مولانا سلطان محمود ملتانی اور ان کے لائق فرزند مولانا عبدالحق محدث ملتانی سے شرفِ تلمذ حاصل رہا ہے۔ موصوف اپنے عہد کے جید عالم دین، حق گو مبلغ، عمدہ مدرس اور بلند پایہ محقق تھے۔ مولانا ممدوح تحریک خلافت کے سرگرم رکن تھے۔ آپ نے محکمہ ریلوے میں نقشہ نویسی کی ملازمت اختیار کر رکھی تھی۔ انھوں نے ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت سے متأثر ہو کر ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ دورانِ ملازمت مولانا موصوف نے کندیاں اور میانوالی میں تبلیغی خدمات کا سلسلہ جاری کیا ہوا تھا۔

ملازمت کو خیر باد کہہ کر مولانا نے اپنی حیاتِ مستعار کا معتد بہ حصہ کتاب وسنت کی نشر واشاعت، مسلک حق کے پرچار اور درس وتدریس میں گزارا۔ ۱۳۴۸ھ بمطابق ۱۹۴۹ء میں مولانا حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ وہاں مدینۃ الرسول ﷺ میں مستقل رہائش پذیر ہوگئے۔ مدینہ میں رہ کر موصوف نے دعوتِ دین متین اور مسلک کتاب وسنت کا بھرپور دفاع کیا۔ آپ نے مدینہ منورہ رہ کر ۱۷ر ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ میں ”القول التطیب فی مذهب أهل الحديث“ کے نام سے عربی زبان میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں انھوں نے مسلک اہل حدیث کی تاریخ، حقانیت اور اولیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تقلید کے نقائص وبرے اثرات کھول کر ضبط قرطاس کیے۔ یہ رسالہ ۱۳۵۲ھ میں انھوں نے ثنائی پریس امرتسر سے طبع کرا کر شائع کیا تھا۔ شیخ عبدالرشید صدیقی کی درخواست پر شیخ مکرم مولانا محمد رفیق اثری نے اس رسالہ کا سلیس اردو ترجمہ کیا۔ بعد ازاں شیخ عبدالرشید صدیقی نے ۱۹۹۳ء میں اس رسالہ کو ”ناجی جماعت ایک تاریخی جائزہ“ کے نام سے طبع کروایا۔

۱۹۹۵ء میں اسی رسالہ کو گرامی قدر مولانا محمد افضل اثری حفظہ اللہ نے اپنے ”مکتبہ السنہ کراچی“ کے زیر اہتمام دوبارہ خوبصورت انداز میں طبع کروا کر تقسیم کیا۔ اس رسالہ کے علاوہ مولانا فیض اللہ ملتانی نے ”راہِ نجات“ کے نام بھی ایک رسالہ تحریر کیا تھا۔

مولانا فیض اللہ ملتانی اپنی ہمشیرگان کے اصرار پر دوبارہ پاکستان لوٹ آئے۔ کچھ مدت موصوف نے سرکی دروازہ پشاور بطور مدرس تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ بعد ازاں اپنے شہر ملتان تشریف لے آئے اور پاک گیٹ کے قریب محلّہ جنڈی ویڑہ میں خطابت وامامت کی خدمات پر مامور رہے۔ ملتان ہی میں ۱۳۵۸ھ کو مولانا موصوف اس دنیا فانی کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہوگئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ، آمین

مولانا موصوف نرینہ اولاد سے محروم تھے۔

۴۔مولانا عبداللہ سانگھڑوی سندھی:

مولانا عبداللہ بن نہال خان سندھ کے علاقہ سانگھڑ کے رہائشی تھے۔اپنے وقت کے عظیم مبلغ وداعیِ حق تھے۔موصوف مولانا عبید اللہ سندھی کے ساتھ مل کر ''تحریک انقلابِ اسلامی'' میں کافی عرصہ بطور داعی کے دینی امور سرانجام دیتے رہے اور مولانا عبید اللہ سندھی کے ہمراہ کابل بھی تشریف لے گئے تھے۔مولانا عبداللہ سندھی، مولانا سلطان محمود ملتانی کے حلقہ درس میں تین سال رہے اور ان سے خوب استفادہ کیا۔موصوف کے بارے ہمیں اتنی معلومات حاصل نہیں ہوسکیں البتہ صاحب ''فاروق العزیز'' نے آپ کے بارے لکھا ہے کہ

''مولانا عبداللہ ولد نہال خان متوطن سانگھڑ (سندھ) جن کی عمر اس وقت ۹۵ برس ہے، بتاتے ہیں کہ تین سال مولانا محمود (افغانی) کے حلقۂ درس میں شامل رہا، حضرت مولانا کا وعظ پیپل والی مسجد میں ہوتا تھا۔مسجد سامعین سے بھر جاتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ملتان میں بدعات وخرافات کا اندھیرا مچا ہوا تھا۔نام نہاد مسلمان سیتلا کی پوجا کرتے تھے۔گور پرستی اسلامی شعار سمجھی جاتی تھی۔کوئی بھی گھر ہندوانہ رسوم ورواج سے خالی نہ تھا۔امراء عیش ونشاط میں مدہوش تھے۔یہی مولانا عبداللہ بن نہال خان بیان کرتے ہیں ''کہ میں ملتان میں تھا کہ مولانا محمود رحمہ اللہ نے توحید باری تعالیٰ پر پہلا وعظ فرمایا اور اس طرح کھرا اور کھوٹا الگ کر کے بتایا کہ سامعین متوحش ہوگئے، ان میں کلمہ حق سننے کی تاب نہ رہی۔ایک ایک کر کے سب اس مجلس وعظ سے اٹھ گئے۔ یہاں تو ہزاروں کا مجمع تھا، وعظ کے آخر تک صرف ایک شخص رمضان باقی رہ گیا تھا۔'' (فاروق العزیز،ص:۲۹)

۵۔مولانا اللہ بخش ملتانی:

مولانا اللہ بخش ملتانی، مولانا عبید اللہ ملتانی مؤلف ''فاروق العزیز'' کے والدگرامی تھے اور فاروق العزیز کے جد امجد تھے۔مولانا عبید اللہ ملتانی نے فاروق العزیز (ص:۳۳) میں اپنے والد محترم کو مولانا سلطان محمود ملتانی کا شاگرد شمار کیا ہے۔مولانا اللہ بخش ملتانی کے تفصیلی احوالِ زیست ہمیں معلوم نہیں ہوسکے۔ ان کا نام بھی ہمارے معاصر صاحب قلم وقرطاس محترم محمد تنزیل صدیقی صاحب نے مولانا عبید اللہ کے خاندان کے افراد سے پوچھ کر ہمیں بتایا ہے۔

راقم ناچیز محترم صدیقی کا تہہ دل سے شکرگزار ہے کہ انھوں نے ہمیں مولانا سلطان محمود ملتانی کے تلمیذ کا نام بتایا۔فجزاہ اللہ خیر الجزاء

ان تلامذہ کے علاوہ آپ کے دونوں لائق فرزندانِ گرامی مولانا عبدالعزیز ملتانی اور مولانا عبدالحق محدث ملتانی نے بھی آپ سے علومِ متداولہ کی اکثر کتب پڑھیں۔ ان کا تذکرہ ہم مولانا محمود کے جانشینوں میں کریں گے۔سيأتي ذكرهما في موضعه إن شاء الله العزيز .



بقیہ: مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

لیکن کیا کریں ہمارے دعوے ہی ختم نہیں ہوتے۔کوئی جنگ جیتنے کے دعوے کرتا ہے تو کوئی دس گھنٹے میں اس عذاب پر قابو پانے کے۔ لیکن قرآن کے صفحات میں دعوے کرنے والوں کے حشر کی داستانیں اگر ایمان اور یقین سے پڑھ لی جائیں تو ہمارے سر سجدوں سے نہ اٹھیں۔ہم استغفار کی زبان اور تر آنسوؤں سے صرف اسی اللہ سے پناہ مانگنے لگ جائیں۔امن طلب کریں لیکن وہ جو صاحب حال ہیں جو گزشتہ چار سال سے اس قوم کو خبر دار کر رہے تھے کہ اپنے اللہ کو آنسوؤں اور معافیوں کی درخواست سے منا لو وہ سب کے سب اب خوفزدہ ہیں، سہمے ہوئے ہیں۔ان کی نظریں جس آنے والے منظر کو دیکھ رہی ہیں اس میں بہت خسارہ ہے۔ یہ خسارہ صرف استغفار سے ٹل سکتا ہے۔لیکن شاید ہم نے اللہ کو اس دیس سے خیر باد کہہ دیا۔ ہمارا خدا تو کیمرہ ہے جس کے سامنے موم بتیاں روشن کی جائیں، پھولوں کے گلدستے رکھے جائیں اور مرنے والوں کی یاد میں تبصرے کر کے یا تبصرے سن کر چین کی نیند سویا جائے۔ ہم اپنے مرنے والوں کو اب یہی زادِ راہ دیتے ہیں کہ شاید انھیں اب دعاؤں کی حاجت نہیں۔(منقول از ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور، ۱۸ دسمبر ۲۰۰۹ء)

احوال وآثار

ہفت روزہ الاعتصام، صحافت کی تاریخ

محمد سلیم چنیوٹی

ہفت روزہ االاعتصام لاہور مسلک اہل حدیث کا ایک تاریخی قدیم ہفت روزہ ہے۔ ۱۹۴۹ء کے اگست میں حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے باقاعدہ ڈیکلریشن حاصل کر کے اسے جاری کیا۔ ۱۹۵۰ء تک یہ ہفت روزہ انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کی سرپرستی میں رہا۔ ۱۹۵۱ء میں اسے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا ترجمان بنا دیا گیا۔ ۱۹۶۹ء میں الاعتصام کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری پھر لوٹ کر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے کندھوں پر آن پڑی۔ احباب جماعت کے پرخلوص تعاون سے وہ یہ ذمہ داری ۱۹۸۰ء تک بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔

''دارالدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور'' جب ایک ادارے کی صورت ۱۹۸۰ء میں تشکیل دیا گیا تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن الازہری حفظہ اللہ کو اس ادارے کا صدر نامزد کیا گیا۔ ۱۹۸۰ء سے ہفت روزہ الاعتصام اسی ادارے ''دارالدعوۃ السّلفیہ'' کے زیراہتمام شائع ہو رہا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن ازہری حفظہ اللہ نے ۲۵ برس ادارے کی بے لوث خدمت سرانجام دی اور اس کے سرپرست رہے۔ ان کے بعد حضرت مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ ان دنوں ادارے کے صدر ہیں۔

ہفت روزہ الاعتصام کو بڑے نامی گرامی علمائے کرام کی سرپرستی حاصل رہی۔ تحریری طور پر بڑے وقیع، علمی، تاریخی، مسلکی وفقہی مضامین شائع ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ علی ذلک

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم جماعت اہل حدیث کے ایک مقتدر عالم دین تھے۔ انھوں نے سنن نسائی کی شرح کے علاوہ بڑا وقیع علمی کام سرانجام دیا۔ اس سارے کام کی تفصیل ان کے نام سے ایک خصوصی اشاعت جو ۲۰۰۵ء میں ہفت روزہ الاعتصام شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی، میں مل سکتی ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ۱۹۰۸ء کو بھوجیاں ضلع امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے والد گرامی کا نام میاں صدر الدین حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد گرامی اور اس وقت کے جید علمائے کرام سے حاصل کی۔ کتاب اور کتاب شناسی میں انھیں بڑا ادرک حاصل تھا۔ مطالعہ کے نہایت شوقین اور چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے مطالعہ ہی کرتے رہتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شیش محل روڈ لاہور پر منتقل ہوگئے تو دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے سامنے گلی میں واقع ایک مکان انھیں میسر آ گیا۔

مولانا سیّد محمد داود غزنوی رحمہ اللہ تقویۃ الاسلام کے بانی تھے۔ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب کو بطور شیخ الحدیث اس مدرسے میں پڑھانے کا موقع میسر آیا۔ چونکہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کا دفتر بھی اسی دارالعلوم میں قائم تھا۔ مرکزی جمعیت کے صدر مولانا سیّد داود غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ ناظم اعلیٰ کا قلم دان حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے سپرد تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران جب مولانا سلفی رحمہ اللہ گرفتار ہو گئے تو مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کو قائم مقام ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔ اس کے علاوہ جب کبھی مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہوتی یا آپ گرفتار ہوجاتے تو قائم مقام ناظم اعلیٰ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ صاحب ہی ہوتے تھے۔

ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۹۴۹ء سے جاری وساری ہے۔ اس کے بانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ تھے۔ اب اس کے مدیرانِ گرامی کا مختصر تعارف کروایا جاتا ہے:

حضرت مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ:

حضرت مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ علمی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ وہ ایک منجھے ہوئے صحافی، دانش ور، محقق اور وسیع المطالعہ مصنف ومفسر تھے۔ تفسیر سراج البیان ان کی ایک عمدہ تفسیر ہے۔ قادیانیت کے بارے ان کی تحقیق ومطالعہ بڑا گہرا تھا۔ قادیانیت نئے چہرے متعارف کرواتی رہتی تھی۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ نے قادیانیت نئے زاویوں سے بالاقساط مضمون لکھے اور تابڑ توڑ اداریے لکھ کر الاعتصام میں قادیانیوں کو خوب آشکار کیا۔ ۱۹/اگست ۱۹۴۹ء سے یہ الاعتصام کے مدیر مقرر ہوئے۔ بڑے فاضل اور دلچسپ شخصیت کے مالک تھے۔ بعد ازاں ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے منسلک ہوگئے تھے۔ ان کا دورِ ادارت ۲۶/جون ۱۹۵۳ء تک رہا۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی:

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ محتاج تعارف شخصیت نہیں۔ آپ ایک وسیع المطالعہ، صاحب تصنیف وتالیف، تاریخ نویس، خاکہ نگار، مؤرخ اہل حدیث اور ایک ذہین وفطین شخصیت ہیں۔ الاعتصام کی ادارت پر ۳/جولائی ۱۹۵۳ء کو مقرر ہوئے۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے اداریے الاعتصام کی جان تھے۔ حالاتِ حاضرہ، شخصیت وخاکہ نگاری جیسے صحافتی امور انھی کی ادارت میں لکھے جاتے تھے۔ انھوں نے جمعیت اہل حدیث کی خدمات پر بھی بڑا لکھا ہے۔ جماعتی تاریخ پر موصوف وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ بھی مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کی طرح ادارہ ثقافت اسلامیہ سے منسلک ہوگئے تو یوں انھوں نے ۴/جون ۱۹۶۴ء تک الاعتصام کے مدیر کی حیثیت سے کام کیا۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی ۱۵/مارچ ۱۹۲۵ء کو ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور بھارت میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ لکھنے لکھانے اور مطالعے کا بڑا ذوق رکھتے ہیں۔ مطالعہ ہی سے عظیم خدمات انجام دیں۔ چالیس کے قریب کتب کے مؤلف ومصنف ہیں۔ الاعتصام سے تعلق جوں کا توں ہی ہے۔

مولانا محی الدین سلفی رحمہ اللہ:

مولوی محی الدین سلفی مرحوم ایک خاموش طبع بزرگ تھے۔ ان کا دور ادارت ۱۱/جون ۱۹۶۵ء کو شروع ہوتا ہے۔ ان کے دور میں الاعتصام طباعت کے نئے دور اور جدت سے آشنا ہوا۔ خوب صورت ٹائٹل اور طباعت میں عمدگی آنا شروع ہوگئی۔ مولانا محی الدین سلفی مرحوم کو حرمین شریفین سے بڑی محبت تھی۔ یکم ستمبر ۱۹۶۷ء تک یہ الاعتصام سے منسلک رہے۔ بعد ازاں سعودی عرب تشریف لے گئے۔ مگر کچھ ہی ماہ بعد اطلاع آئی کہ مولانا سلفی سعودیہ میں انتقال کر گئے ہیں۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ:

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی شخصیت ایک شہرہ آفاق سیاست دان، مشہور شعلہ بیان مقرر، حق گو عالم دین اور بے باک مصنف وخطیب کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے۔ الاعتصام سے آپ اس وقت منسلک ہوئے جب سعودی عرب کی مدینہ یونیورسٹی سے سند فراغت حاصل کر کے پاکستان تشریف لائے تھے۔ ۸/ستمبر ۱۹۶۷ء کو الاعتصام کے مدیر مقرر ہوئے۔ مرزائیت اور اس کے کرتا دھرتا افراد کو بے باک اداریوں کے ذریعے مخاطب کیا گیا تو مرزائیت کی صفوں میں ایک ارتعاش پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ الاعتصام سے ۴/جولائی ۱۹۶۹ء کو الگ ہوگئے۔ پھر علامہ صاحب سیاست کے محاذ پر سرگرم ہوگئے۔ تحریک استقلال کے سٹیج پر کام کیا۔ یہ سیاسی ودینی جلسوں میں ایک کامیاب مقرر ہوتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ مرزائیت پر ایک کتاب ''مرزائیت اور اسلام'' بھی تحریر کی۔ الاعتصام میں اداریے بھی بڑے معرکے کے لکھتے تھے۔ موصوف ۱۹۸۷ء کے مارچ کی ۲۳ تاریخ کو بم دھماکے میں زخمی ہوگئے تھے۔ ۳۰/مارچ کو سعودی عرب میں وفات پائی۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ:

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کا دورِ ادارت اصلاً تو بنیادی ہی تھا۔ مگر ۱۸/جولائی ۱۹۶۹ء سے ۲۹/ستمبر ۱۹۷۲ء تک انھوں

نے الاعتصام کے اداریے، فکر انگیز مضامین، فتویٰ نویسی، تراجم علمائے اہل حدیث مرحومین تحریر کیے۔ راسخ العلم اور مرجع علماء کی حیثیت سے موصوف پہچانے جاتے تھے۔

سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق شہید کے دور میں مجلس شوریٰ، اسلامی نظریاتی کونسل اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔ آپ شارح سنن نسائی شریف اور کئی چھوٹی وبڑی کتابوں کے مترجم اور صاحب تعلیقات تھے۔ ۱۹۸۷ء میں وفات پائی۔

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ:

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں۔ بڑے محنتی اور صاحب مطالعہ شخصیت ہیں۔ تفسیر احسن البیان سعودی عرب کی مقدس سرزمین پر بیٹھ کر مرتب فرمائی۔ مفسر ومصنف کتب کثیرہ ہیں۔ دارالسلام کے شعبہ ریسرچ کے مدیر ہیں۔ الاعتصام کی ادارت ۵/جنوری ۱۹۷۳ء سے ۲۱/ مارچ ۱۹۸۶ء تک نہایت لگن، محنت اور محبت سے سرانجام دی۔ نرم دل اور سراپا شکر شخصیت ہیں۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ ہی کی توجہ سے ممبر اسلامی نظریاتی کونسل بنے۔ جماعت اہل حدیث کے محقق علمائے کرام میں آپ کو ایک بلند مرتبہ حاصل ہے۔

علم الدین علیم ناصری رحمہ اللہ:

جناب علم الدین علیم ناصری رحمہ اللہ ایک منجھے ہوئے صحافی، معروف شاعر، ادیب تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت رکھتے تھے۔ نکتہ آفریں اور نکتہ شناس، جغرافیہ دان بھی تھے۔ حافظ صلاح الدین یوسف کی دارالدعوۃ السّلفیہ میں تصنیف وتالیف کے ضمن میں خدمات کا دائرہ وسعت اختیار کر گیا تو جناب ناصری رحمہ اللہ ۲۸/ مارچ ۱۹۸۶ء کو الاعتصام کے مدیر مقرر ہوئے۔ آپ ایک کامیاب مدیر، تاریخ نویس اور زود تحریر شخصیت تھے۔ سابقہ فوجی تھے۔ دوران ملازمت جاپان تک گئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹/ستمبر ۱۹۱۹ء ہے۔ تبصرۂ کتب میں آپ کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ ایک مربی طبع بزرگ تھے۔ نو آموز علماء وطلباء ومضمون نگار حضرات کی خاص دلچسپی سے اصلاح کر دیتے تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک اور اچھی طبع رکھتے تھے۔ ان کے دور میں اداریہ ایک خوبصورت معنی افزا اداریہ ہوتا تھا۔ ۵/جنوری ۱۹۹۵ء تک ان کا پہلا دور ادارت جاری رہا۔ اس کے بعد قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ کو ادارت کا قلم دان سونپا گیا۔ قاری صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک دفعہ پھر ۵/فروری ۱۹۹۹ء کو جناب ناصری کو الاعتصام کا مدیر بننے کا شرف حاصل ہوا۔ وفات (۳۰/دسمبر ۲۰۰۱ء) تک یہ الاعتصام کے مدیر رہے۔ دو مرتبہ الاعتصام کے مدیر بننے کا اعزاز صرف علم الدین علیم ناصری رحمہ اللہ اور گرامی قدر جناب حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کو حاصل ہوا۔

قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ:

قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ بڑے نفیس اور کریم طبع اور صالح آدمی تھے۔ شاعری میں بھی اعلیٰ درجے کا ذوق رکھتے تھے۔ اسلامی شان وشوکت ان کے اشعار میں محسوس کی جاسکتی تھی۔ الاعتصام کی ادارت پر ۱۳/جنوری ۱۹۹۵ء کو متمکن ہوئے۔ گوجرانوالہ کے محلّہ احمد پورہ سے روزانہ صبح دفتر الاعتصام کے لیے پابہ رکاب ہوتے اور شام کو واپس گوجرانوالہ تشریف لے جاتے تھے۔ المجلس العلمی السّلفی دارالدعوۃ السّلفیہ کے بھی ایک معزز رکن تھے۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ میں مدرس اور پرنسپل بھی رہے۔ مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب بھی تشریف لے گئے تھے۔ ہنستی مسکراتی صورت، صالح طبیعت، تہجد گزار اور ذکر اللہ کثرت سے کرنے والے تھے۔ ایک خاص روشنی اور چمک آپ کے چہرے پر رہتی تھی۔ الاعتصام میں بہت سی نعتیں، غزلیں اور حمدیہ اشعار ان کے ذوقِ علم وادب کا شاہکار ہیں۔ اداریے میں بھی صالحیت اور للّٰہیت کا رنگ غالب ہوتا تھا۔ ۳۰/جنوری ۱۹۹۹ء کو گوجرانوالہ سے بذریعہ ریل کار لاہور آتے ہوئے بادامی باغ ریلوے ٹریک پر اترتے ہوئے انھیں حادثہ پیش آ گیا۔ سر میں شدید چوٹیں آئیں اور جان جانِ آفریں کو پیش فرماتے ہوئے شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔ اللھم ادخله الجنة الفردوس.

حافظ عبدالوحید حفظہ اللہ:

حافظ عبدالوحید، قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث حافظ ثناء

اللہ خان المدنی حفظہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ ایک قابل اور محنتی اور مفکر شخصیت ہیں۔ آپ کا دورِ ادارت ۱۲ر جنوری ۲۰۰۱ء کو شروع ہوا۔ ۲۰۰۸ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے بعد ازاں قرآن کے فہم کے لیے کام کر رہے ہیں۔ بعض مخیرّ لوگوں کے تعاون اور مدد سے ایک ادارے دارالفلاح کے مدیر ہیں۔ صالح اور نیک سیرت آدمی ہیں۔

مولانا عبدالصمد ریالوی:

حافظ عبدالوحید صاحب کے ادارت سے الگ ہونے کے بعد کچھ عرصہ مولانا عبدالصمد ریالوی صاحب نے مدیر الاعتصام کے عہدے پر کام کیا۔ آپ ایک مدرس طبع بزرگ ہیں۔ شریف اور سادہ طبیعت آدمی ہیں۔ آج کل دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تدریس کے شعبے سے منسلک ہیں۔

ملک عصمت اللہ قلعوی:

جنوری ۲۰۱۱ء سے ملک عصمت اللہ قلعوی صاحب الاعتصام کے مدیر مقرر ہوئے۔ ملک صاحب اے جی آفس میں ایک طویل عرصہ اکاؤنٹنٹ رہے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں یہ بھی شامل ہیں۔ مطالعہ اسلام سے واقف ہونے کے باعث چند ماہ عارضی مدیر مقرر ہوئے۔ اپریل ۲۰۱۱ء کے پہلے ہفتے تک مدیر کے عہدے پر کام کیا۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ کے معزز رکن اور ناظم مالیات بھی ہیں۔

حافظ احمد شاکر:

حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ ہفت روزہ الاعتصام کے طویل عرصے سے اداریہ نویس ہیں۔ الاعتصام کا اداریہ ایک خاصے کی چیز رہا ہے۔ اداریہ نویسی میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ الاعتصام کے نگران، ناشر اور مدیر مسئول بھی ہیں۔ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے ادارہ الاعتصام سے جانے کے بعد سے یعنی ۲۵ر جون ۱۹۹۴ء کے بعد سے اکثر آپ ہی کے اداریے الاعتصام کی زینت بنتے رہے ہیں اور بن رہے ہیں۔ تاحال الاعتصام ان ہی کی نگرانی میں طباعتی مراحل سے گزر رہا ہے۔ اللھم زد فزد

تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی شائع ہوگئی

جماعت اہل حدیث کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے حیات وسوانح پر معروف صحافی، مؤرخ اہل حدیث حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے قلم گوہر بار سے ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ'' شائع ہوگئی ہے۔شائع کردہ: میاں غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی (قلعہ میہاں سنگھ قلعہ اسلام، ضلع گوجرانوالہ۔(ملنے کا پتا: مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ، لاہور۔فون نمبر: 37237184)

دو افسوس ناک قتل

جامع مسجد عزیز اہل حدیث بھگت پورہ (کلب چوک) لاہور کے متولی حاجی عبدالغفور شیخوپوری اور ان کے ہم زلف محمد صدیق کا بھولا اور امین نامی پارٹی سے کچھ لین دین کا معاملہ تھا۔ ۱۱ / مارچ ۲۰۱۲ء اتوار کی شام رقم لینے کے تنازعے پر ملزمان نے حاجی عبدالغفور اور ان کے ہم زلف محمد صدیق کو فائرنگ کر کے موت کے منہ بھیج دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سفاکانہ قتل کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اللہ کریم مقتولین کی مغفرت فرمائے اور ان کے اہل وعیال کی حفاظت فرمائے۔مقتولین پکے نمازی، دینی امور کو سرانجام دینے میں مستعد اور نیک طینت انسان تھے۔ احباب جماعت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔(انتظامیہ مسجد عزیز کلب چوک، لاہور)

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال کو صدمہ

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب (راجووال) کے مرحوم بیٹے مولانا محمد عبداللہ سلیم کی بیوہ ۹ / مارچ ۲۰۱۲ء جمعۃ المبارک طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کا ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں ہیں۔ اللہ کریم ان کی حفاظت فرمائے، آمین۔ مرحومہ کی نماز جنازہ پروفیسر عبیدالرحمٰن محسن نے پڑھائی۔ علاقے کے اہل جماعت علماء وعوام نے شرکت فرمائی۔ احباب جماعت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔(حکیم محمد یحیٰی عزیز ڈاہروی)

خطبہ جمعۃ المبارک

غلہ منڈی تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں ۱۶ / مارچ ۲۰۱۲ء کا خطبہ جمعۃ المبارک حافظ عبدالوہاب روپڑی پڑھائیں گے۔ ازاں بعد اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن میں رات کی نشست میں موصوف خطاب بھی کریں گے۔(شہادت طور)

جانتے ہو تو پھر دیر کیوں؟

مفکر اسلام حضرت مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کی شخصیت علمی، روحانی، سماجی طور پر ہم پر عیاں رہی ہے۔ ☆ آپ نے حضرت لکھویؒ کو اپنی زندگی کے معاملات اور دینی، سماجی، سیاسی، طور پر کیسی شخصیت پایا؟ ☆ ان کی کسی تقریر، نصیحت اور عمل کے ذریعے آپ نے اپنے اندر کوئی تبدیلی دیکھی جو اپنے اندر آپ نے پیدا کی؟ تو جو کچھ آپ نے دیکھا یا ان کے متعلق سن رکھا ہے براہ کرم اسے تحریری شکل میں کاغذ کی ایک طرف لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ ☆ ہم آپ کے تاثرات، خیالات اور واقعات کو صحافتی انداز میں تبدیل کر کے کتابی شکل میں شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ......نوٹ: مواد جلد از جلد ارسال کریں کتاب پر کام کا آغاز ہو چکا ہے۔منجانب: حکیم محمد یحیٰی عزیز ڈاھروی (فاضل جامعہ محمدیہ اکاڑہ) مطب سبحان اللہ گندھیاں روڈ کوٹ رادھاکشن ضلع قصور۔ 03014481583

فورم برائے سوشل اسٹڈیز کی جانب سے دارالسلام کے لیے بہترین کارکردگی ایوارڈ

لاہور (نیوز رپورٹر) فورم برائے سوشل اسٹڈیز کی جانب سے بین الاقوامی اشاعتی ادارے دارالسلام پبلشرز کو بہترین کارکردگی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ جدہ میں ہونے والی ایک تقریب میں فورم برائے سوشل اسٹڈیز اسلامی کتب کی اشاعت اور تحقیق میں منفرد کام پر دارالسلام کو اس اعزاز کے لیے منتخب کیا۔ فورم برائے سوشل اسٹڈیز نے اپنے ادارے کے پچیس برس مکمل ہونے پر ایوارڈ کا اعلان کیا تھا جس میں دنیا بھر سے مختلف شعبوں میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے اداروں اور افراد کو ایوارڈ سے نوازا گیا۔ جدہ میں ہونے والی تقریب میں فورم کے چیئرمین ڈاکٹر عبداللہ نصیف نے دارالسلام کے مدیر مسئول عبدالمالک مجاہد کو ایوارڈ دیا۔ اس موقع پر اسلامی کتب کی تحقیق اور اشاعت میں دارالسلام کی کامیابیوں کا مختصر تذکرہ بھی کیا گیا۔ ایوارڈ کی اس تقریب میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے نائب صدر راجہ ظفر الحق نے بھی شرکت کی۔ عبدالمالک مجاہد نے راجہ ظفر الحق سے دوران ملاقات امت مسلمہ اور خصوصاً ملک پاکستان کو درپیش مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ ارشاد احمد ارشد، میڈیا کوآرڈینیٹر، دارالسلام۔ 0323-4218012

وطنیت

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیں ہے، تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دِکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے!

(علامہ محمد اقبال)